







از جناب منشی عبدالشکور صاحب قجراٹ آباد

آج ایک جاں نثور مجھ کو عنایت کیونکر ہے۔ رتوں بونہی دل سے کدورت کیونکر ہے۔  
 حکمران سے زمان تک پہنچے کوئی ہے۔ یہ تباہ و برباد کوئی الفت کیونکر ہے۔  
 کوئی تدبیر تباہ سے قوی ہی شکستہ سمجھتا ہے۔ یہاں بہت کم موات کوئی ہے۔  
 انگوٹوں انگوٹوں میں ڈالیا ہوا لکھو توئی بدایہی جوئی لہریں کوئی حفاظت کیونکر ہے۔  
 اب قجراٹوں سے بدنام ہوئے۔ پھر نہ چھوڑے گا۔ آئندہ عبادت کیم

از جناب منشی سید محمد علی صاحب حیدرآباد کوٹلی

نکلے تو تو ناے قلب سے اکڑا لگاتے ہیں۔ ہاں شریعہ رہے تو بونہیوں کا بھونکے ہاں  
 جلد ڈال دیے تو قلب و جگر کو آتش غم نے۔ ابھی تک اشک آنکھوں سے ہونے لگا ہے۔  
 غیبت ہے ترسے تیر لگا دی بیڑی ظالم۔ یہ جب سینہ میں آجاتے ہیں دم لیرا ہوتے  
 ہمارے بیکسی صبا کو برسوں رو لگتی ہے۔ قفس سے آج غم بے بال و پیر ہو کر نکلتے  
 وہ دھنا نیکو خود آئے ہیں نکلنے کے سمت۔ ہمارے دل کے اماں خاک میں مل کر ایتھے  
 خدا سے جو یہ بیاراب روئے کھو گئے۔ نہ کہ ناے شاہی سے آج رک رک کر نکلتے ہو  
 دی آنسو ہیں تصویر و نا محروں کے واس پر کسی ہی یاد میں جو تجھ سے تڑکتے ہیں



Prem Chandra



شاعر و شہر مرید مصرعہ ہے۔ پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو۔

از جناب سید سجاد علی صاحب انور امروہوی

ہیں کہ دل میں رکھتے ہیں الفت کی آرزو ہے پوری ہو کاش دردِ محبت کی آرزو ہے نہ  
ہے میرا لپہ تو ہے جاؤ شوق سے نہ تم سے مجھے نہیں کسی قیمت کی آرزو ہے نہ  
ہیں ہی کیا جہان سے وفا کی رکھو امید نہ دل میں ہزاروں لیکچرِ راحت کی آرزو ہے نہ  
ہے نہ ماننے اس کا تجھے اختیار ہے نہ سنتا تو جانِ مرہینِ محبت کی آرزو ہے نہ  
جناب نشی متوما سید صاحب زندہ

مت سے دردِ بازوئے قاتل میں ہو گیا ہے پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو  
از ابوالشعر انشی احمد و بی جاں صاحب رازِ امروہوی

ہاں ہے موت کا تو مصیبت کی آرزو ہے حسرتِ دہری بدلتی ہے الفت کی آرزو ہے  
مجھے ہے دبائے دب نہ سکی شورشِ جنوں ہے عاشق کو ورنہ کب ہوئی شہادت کی آرزو ہے  
وڑتی ہیں آج میرے لریاں کی و ججیاں نہ لکھی ہے و لکھ دھام سے وحشت کی آرزو ہے  
ناتعماری بزم میں اس دل کا فعل تھا ہے ورنہ کوئی بھی کرتا ہے ولست کی آرزو ہے  
ہے نازی کے خیمے تک بھی نہ لے سکے نہ پوری ہوئی نہ ہائے شہادت کی آرزو ہے  
و لکھ کو آرزو کی بابت سے ہو گئی ہے خورشید کی کثیرِ شامت کی آرزو ہے

مزا دیتے ہیں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

پہلے تو تھی غمزدہ۔ غمزدہ کیوں کرتا ہے۔ تیری ٹہن سے مہا توید

ہر گز نہ میرے دل میں تھلا۔ مزا دیتے ہیں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

میرے دل سے آواز۔ جتنا تھا وہ رنگ۔ دیکھا دیکھ کر

دوڑتا تھا تھے میں دوست۔ مزا دیتے ہیں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

تیری ہوس میں یا شمشیر۔ تیری جہتوں میں تیرے۔ تیری یسائیت سے بے پروا

یا میں زہر پیرے۔ وہ پیائے۔ مزا دیتے ہیں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

کوئی دم کا ہوں نہاں۔ جو ایک نظر ادھر بھی جاں۔ تیری آنکھوں کے قرباں

اومہ پھر کے جانہواں۔ مزا دیتے ہیں کیا یا تیرے بال ٹھونکروا

نماوانی دوستی خراب ہے

ایک فہم کا کرے کہ ایک بیوقوف اپنے دوست کے لہر ملاقات کے واسطے سے

اتفاقا جب وہ لہر پہنچے تو اون مادہ سے سو رہا تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ آج

میں سے بچھڑی گئی جیسے۔ فوراً چھڑا ہال کر دست ماسر تن میں پناہ۔ سر کو

کونے میں چپ کئے۔ کہ بیٹا اٹھئے تو۔ کیونکہ کہ سر ہاں لیا۔ مگر وہ بیچارہ

اٹھ سکتا ہے۔ فریوایس آئی اور صاف کو بیکرا کر بیٹھی آفرما دیا

## غزل حیا

کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو  
 جاں بسین رہنے فاسد ایک زمانہ آج وہ ہے کل روز نہیں اس کا ٹھکانہ  
 ہو جائیگا چند روز میں یہ حسن رواں جس پر کہ مری جان تو اترا ہے ٹوٹے ہو  
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

اللہ کرے آپ بھی عاشق ہوں کسی میں اور اوکھے سو نہیں چین نہ آوے دم بدم  
 لب یہ سلوم ہو عشق اسے کہتے ہیں دہر جب میری طرح ترسم کھائے ہوئے ہو  
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

ہوں ٹیر بھی اداس سے کیا دل میں سے لٹائی نہ کھینچے کہ جسے ہوئے جوش و ہوا  
 غیبت کچھ آگ اٹھائی میرے ہائی تیوروں سے نمایاں نہ کہ بل کھائے ہوئے ہو  
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

ہیں شمع نے دیکھی جو مجھے صغیر و حیران فرمایا جمال آپ ہیں کیوں آج پریشان  
 آج ہی شب ہوئے ہم آپ کے مہماں ارمان تو باقی نہ رہی کہ ترسے ہوئے ہو  
 کامل کی طرح آج چوہل کھائے ہوئے ہو

~~~~~

پھر وہاں ان کم نہ سمجھ لہذا زار بند بنے رہے اور کس پری کا سب سے اولاد زار بند  
 پہنچے ہوئے پری کے زانوؤں کے درمیان بن گئے تھے کس کو کھٹ سے کھولا زار بند  
 کو نہ لندری بادلوں غیش کے سوا نہ سمجھے چار کولہ شوقی جو تو لا زار بند  
 بند نہیں اس کا ہوا کیا تہ وہ نہ ہونڈی میں ہوی بغیر ہوا نہ زار بند  
 ہونڈی میں تو ہینک کے ناپاک کو لیا نہ جوہ سر لیا سے ہر جہ زار بند  
 لکن کیا یہیں لکڑی جان آپ کا نہ عمر نے چھو نہ میں نہ تو لا زار بند  
 یہ سن کے کما اونے کہ واہ بہ خوش بن الیہا تو چھ نہیں میرا لہذا زار بند  
 آجائے جو ہر کسی کے اسطرح سے ملے نہ الیہا میں سے لچھ میرا کھولا زار بند  
 اک رات میرے ساتھ وہ میرا مکر بار نہ لپٹی چھانے اپنا پھولا زار بند  
 جب سو گئی تو میں نے بھی چپکے سے ہاں نہ چپکے تو چپکے چپکے لٹولا زار  
 ہر خبر بڑی تلاش سے دوسرا تنویر کا نظیر  
 جب آئے زار لکڑی تو کھولا زار بند

کسی کے تڑپے ساتھی کے ایسے خوش اڑنے پھر اب سچ بڑی کایا بے شہ میں  
 ایسا نہیں ہے کوئی عمر یا کسی لہو نہ فریجے نہ ای پہل شکستہ ہی بہا  
 وارے چھوئے امرا لکھے بند کے دانے باغ میں آگ لگ گئی کہ کے

از جناب نقییر صاحب اکبر آبادی

کہا جو ہم نے ہمیں در سکین نکلتے ہو جہاں اس لئے تم میں جو نکل چا تے ہو  
کہا لڑاتے ہو کیوں ہم سے غیر کو ہمہ ام نہ کہا کہ تم بھی تو تم سے اکاھ لڑاتے ہو  
کہا جو حال مل آیا تو اوس کے نکلے کہ اس لئے کہ غلط سے یہ باتیں جو تم بتاتے ہو  
کہا جتنا تے سو میں سمجھو روز نماز و ... کہہ کہ تم بھی تو چاہتے ہو میں جتنا تے ہو  
کہا کہ عرض کریں ہم یہ بولہ رہا ہے نہ کہا خبر ہے ہمیں کہ کیوں زبان یہ لگاتے ہو  
کہا کہ تم نہیں آئیے یاں۔ تو اس کے نظیر نہ کہا کہ سو جو تو کیا آپ سے آتے ہو  
دیکھو

میکہ کر کرتی کھلے میں سبز و صفائی آپ کی بہ دھان کے بھی کھیت نے اب آن مانی آپ کی  
تو کیا ہیں دل فرشتہ کا بھی کافر پھین لے نہ ملک جھک دکھو کے سہرا نکلیا تھپانہ  
پڑے دو سو برس کے مردہ بیجاں میں جان چکے اوپر دو گھڑی ہو مہ بانی آپ کی  
بے لپٹ کشتی کی ہم سے بھی تو کر دیکھو نہ باں عبد ہم بھی تو جانیں پہلوانی آپ کی  
جھو کہنا مانوس خانی سدئی کے رکھو نہ ورد کو سبکی ہمیں یہ سرمہ طنی آپ کی  
یہ شب اہی جان ہاں گھر میں میرے رہ جائے نہ حال پر بندے کے ہونی میرا آپ کی  
پا سبھی لگتی ہے پیاری جب وہ کتھی ہے نظیر نہ بے میاں کچھ ان دنوں نامہر بانی آپ کی

Handwritten signature

یہ بت پھر کے ہیں ترشے سوئی خوار کے ٹکڑے بن گئے اس ناز کی ہر عاشقِ ماثانے مگر  
 نہیں دیکھی دم کشن نہ اند سے آہ بھی ان بنائے ہیں میرے قاتل نے میری فریاد کے ٹکڑے  
 اسی مظلوم کے شہسبائے کام آجائیں نہ اٹھا دیکھتے ہیں۔ دل ناستا کے ٹکڑے  
 نگاہِ ناز نے چھریاں اچائیں ہر دشمن کے ٹکڑے میں ہیں ہر بوسہ دل ناستا کے ٹکڑے  
 خدا جانے بنی کیا میرے قاتل کی کلائی پر نہ اٹھ کر ملے ہیں <sup>اودھ</sup> خیر قول دے ٹکڑے  
 دھار دینے تمہیں بھی جوتیت و لپہ لڑ گئی نہ اٹھتے ہیں ان جہنمِ شہسبائے کام آجائیں نہ اٹھا دیکھتے ہیں  
 تم ڈھایا خزاں نے آری سحر میں کیا یہ دل و پھیلاں نہ اٹھا دیکھتے ہیں  
 قیامت ڈھائی تیغِ فطرتم میں قاتل نے دسے ہونٹوں پنہاں لے کر فریاد کے ٹکڑے  
 لہر جاتے ہیں دو دوں مجھے بے رب دے پھنس میں لون مہا کے بچے لڑھکے  
 لیا تھا صفت بچہ دے دھوئی زبانی کا پٹھوئے کیسے زبانِ لیل ناستا کے ٹکڑے

### غزلِ داغ

قتل کر کے مجھے کس کی سے پوچھتے ہیں یہ عام کس نے کیا ہے یہ عام کس کا تھا  
 دغا کر گئے نہا بیٹے بات مانتے تمہیں بھی یاد ہے مجھ یہ عام کس کا تھا  
 اگرچہ دیکھنے والے تھے ہزاروں تھے تباہ حال بہت نہیرِ بام کس کا تھا  
 ہر ایک کے کہتے ہیں کیا داغ بیو مالہد بہ یہ پوچھ لوں گے کوئی یہ عام کس کا تھا

غزل ملک اسنوہ خاتانی ہند قدرت ذوقی و بھوی

ہیں وہ مجھ کو بس خوں میں غفلان چھوڑ کر کیا ہی چھپتا یا تھا میں قاتل کا دامان چھوڑ کر

وہ مجھوں ہوں جو نکلوں کچ زلفاں چھوڑ کر بد میں سیب جنت تک نہ کٹاؤں شکِ غفلان چھوڑ کر

ہوں وہ غمناں جب دفتر میں نام آیا میرا نہ رہ گیا بس نشئی قدرت جگہ وال چھوڑ کر

لیا طفلی ہی سے دل میں تر از تیر تیرا جگے ہی مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

ل جو ہر کو وطن میں رہنے دیا اگر فلک نہ لعل کیوں اس رنگ سے آنا بدخشاں چھوڑ کر

تہ لٹے ہی لگی کا حوریاں صدف سے نہ باغِ ہستی سے جلد ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

یہ ہے ملکِ مکن میں ان دنوں تیرے سخن نہ کون جائے ذوقِ پروتی ہی علیاں چھوڑ کر

غزل حسن

ن جب قتل کی جانب تیغِ ہراں لپیلا نہ عشق اپنے مجرموں کو پا بھولاں لپیلا نہ

روحِ نازکِ رنگِ آفریں مدد آفریں نہ حلِ کاملِ خمی لیا پچیاں کا پچیاں لپیلا نہ

نوعی دیدِ جاناں بزم میں لائی بجے نہ بزم سے میں آرزوی دیدِ جاناں لپیلا نہ

ط کیا دامنِ کلیمہ تمام کرم رہ گئے نہ پیدل دل چھین کر وہ دشمن جاں لپیلا نہ

ہو جاناں سے جس سمجھا بھاکر مدحے تھے بد دل ہمیں سمجھا بھاکر کوئے جاناں لپیلا نہ

Pharman

## حضرت داغ دہلوی

بن دوشی کا زمانہ میں مجھ کو کہتا : تو مجھے تھوڑے چلاسی دل شیدا کر سپر :  
 بن فتنہ پرواز و غنا با طسوں کو عیار بن جائے تو پس دل آیا ہے تو کیا کر سپر :  
 بن لیکہ دل بھی زندہ اور جمانا تو کیا نہ لولی نہ خالی ہے ترے ہوتا ہوا سید :  
 بن وی قاتل دوشی بخت دوشی ہے شرف : تو با میر سے زلیخون کا دوشی سپر :  
 بن دید یا روئے مرغیوں کو خدا نے بھی بچا : آپ بھوئے تھوڑے بچے میں سبھی سپر :  
 بن داغ جاتے تو ہیں مثال میں میر قول سب : بن دیکھ اور سے تھوڑے سپر :

## غزل بیان میری

روتی ہے غم کہ نیرنگ یہاں کچھ بھی نہیں : بن غنہ زن ہے مل کہ رنگ طشتاں چھوٹی نہیں  
 جن کی نوبت کی مدد کے کو بجھتے تھے آسمان : بن دم بخود میں بقو ممکن ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں  
 جو سارے توڑ کو نے کھول کر بند کفن : بن کوری بقی سے جیت ہے پہلو اں کچھ بھی نہیں  
 باقہ سچی ہے حنا روتی ہے چشم شریکس : بن خام ہے رنگ مل روتی بتاں کچھ بھی نہیں  
 خاک پیر ٹوٹا بڑا ہے مائے سر مائے ہائے : بن دور میں ہی تم ترا جام جہاں کچھ بھی نہیں  
 جن کے سحر میں ہزاروں رنگ کے ناؤں تھے : بن جھاڑوں کی قبضہ ہے پورن کچھ بھی نہیں  
 زیر مہراب رنگ اللہ اکبر کے سوا : بن چھیکر کہتی ہے پاؤں وقت اواں کچھ بھی نہیں

Ram Chaudhary



شعل کرد نمود تے بودل کے پہنے کے لئے : دل میں آبیٹو پلجو میرا ملنے کے لئے :  
 ساقیادیتا ہے ایک جام تو دے دے ٹھکرو : آسمان تاک میں ہے رگ بدینے کے لئے :  
 لیکے کہتے ہیں اسے چھوڑ دے جتن کیلئے : سلیک خوب بہانہ یہ پھلنے کے لئے :  
 وز پتیا ہنس پی لیتا ہوں گا ہے گا ہے : وہ بھی مقوڑی سے مزین کا بدینے کے لئے :

از حضرت مولانا راسخ دہلوی

خوش ہوئے غیہ چٹے روز کا غم کھانے سے : جی اٹھے سینکڑوں مرد مریہ مر جانے سے  
 اس تھے پہنچے ہم آئے جو بہتیاں شباب پر اور بیہوش ہوئے ہوش میں آ جانے سے  
 شرمیں نائہ اعمال نے میرے کھل کر : اہل عیال کو بچایا ہے سزایا ہے  
 عام ہے کہ اٹھ اٹھ گئے ہمیں پیادوں : سر تو بھانے سے حیا آنے سے شرم آنے سے  
 ہر جس ہوئی رشک نقاب عارض : وہی اندھیر بازار فک کے ہٹ جانے سے  
 بے غم بھرتیاں سے دل پر خوں صد چاک : یہ ہے وہ مہجول کہ کھل جاتا ہے مر جانے سے  
 ہی سر ہے کہ کبھی رہتا تھا زانو پہ تیرے : یہ بھی سر ہے کہ تجھے کام ہے ٹھکرانے سے  
 مے پیر امیر ہے گریبا : کیم طرح تم پر شباب : کچھ ہے کچھ ہو گئے جو بن کے ابرو کرنے سے  
 ان کچھ باقی ہے راسخ میں سو ہے ہر عمل : اس کو جانے سے دیا کام اوکے آنے سے

Rasul Chaudhary

## غزل حضرت داغ دہلوی

ح

جس سے کیا ہے آپ نے اقرار کیا با جس نے سنا ہے آپ سے نام نہ لیا  
 واما بلائے عشق کی و شملتہر میں۔ اب ان پیراں پھوٹ کے ترنماں مر گیا  
 آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس تیرے لئے نہ جا رہی تھی کہ طالب دیدہ مر گیا  
 ایسے کہا کہ داغ وفادار مر گیا تھا وہ ماضی کے لئے یہ کہایا مر گیا  
 اس بلی کے داغ نے افسوں جاں دی بہ بڑھتے۔ فراموشی نے افسانہ مر گیا

## غزل مفضل

اسیر بیخودِ عہد شباب کر کے مجھے یہ کہہ گیا میں بھی شرب کے مجھے جا  
 عطا ہے دولت حسن شباب کر کے مجھے یہ خود ایسا جلوہ دکھایا شباب کر کے مجھے  
 وہ پاس رہنے نہ پائے کہ آئی موت کی نیند نہ لیب سوئے مصروف خواب کر کے  
 یہ اون کے حسن کو ہے صورت آفریں کے کلام غصہ میں ڈال دیا لا جواب کر کے  
 بے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رخت پہ کریم یہ تو بتادے حساب کر کے  
 کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کیلئے نہ خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے  
 میں اون کے پردہ بیجا سے ڈر گیا مفضل نے انہوں نے جاری ڈالا جواب کر کے

Green Chander

## سہرا غالب

و شہر ہوا ہی بخند کہ ہے آج ترے گہرا بن باندھ شہر لوے جواں بخت کے سر پر سہرا  
 یہاں اس چاند سے منکھڑے یہ کھلے لکھائے : ہے ترے تیں دل افروز کماز اور سہرا  
 یہ چہرہ صفا ترے کھینچے میراں باہر لکھ نہ کھنڈہ تو دور سے کہ نہ چھینے تیرا بند سہرا  
 جو کھر مری پروئے گئے ہونگے موتی : ورنہ کیوں دے گئے ہیں کشتی میں لاکھ سہرا  
 مات دیا کے قراہم گئے ہونگے موتی : تب بنا ہو گا اس انداز کا نر کھر سہرا  
 بخ پہ دوہا کے جو گرمی کے پسینہ ٹپکا : ہے رگ ابر گہر بار سراسر سہرا  
 ابھی ایک بے ادبی تھی کہ تباہ بڑھڑا : روک گیا آن کے دامن کے بر سر سہرا  
 کہ میں اتراؤں نہ موتی کہ ہمیں ہیں : چاہیے چروں کا تھا ایک مقرر سہرا  
 یہ کہ اپنے میں سہائیں نہ خوشی کے مار : گوندے پھولوں کا بھلا کوئی کیونکر سہرا  
 رخ روشن کی دھب گویا بر عطا کی چمک : کیوں نہ دکھدے فروغ مدد و اختر سہرا  
 بادشہم کا نہیں ہے یگ ابر : نہ لکھ گیا تاب گراں بادشہ گویا سہرا

ہم سنیں : ہیں غالب سے طرفدار ہمیں

دیکھیں اس سہرے سے کسے کوئی بھتر کھرا

Prem Chandra

از پادشاه عالم شرماء علیہ السلام

آزاد ہونے کے لئے سرہ سپرد کرنا ہوگا بد رند یوں تم کو بھی اب ہر طرف چلنا ہوگا  
رند یوں چھوڑ دو تم اپنے بیچ لوگوں کو بد یہ سیکھ لیں روز تمہیں دھم نہجنا ہوگا  
رند یوں چھوڑ دو تمہیں جان کراں بد رندی ہوتے ہیں ستموں کے نہیں پیو ہر اٹھنا ہوگا  
اپنے بھڑوں کے چہرے پر وہ بھی بد رند کی کوئی کوئی کوئی کوئی ہوگا  
رند یوں چھوڑ دو تمہیں کوئی نہ ملنا بد رندی ہوتے ہیں ستموں کے نہیں پیو ہر اٹھنا ہوگا  
جان کو ہٹانا کا چھوڑ دو بد رندی چیزیں یاد نہیں آتی دے دے خود کو ہوگا

دیگر

غافل شراب مست پی خانہ خراب ہوگا بد رندی میں گر پڑا کماند میں پیشاب ہوگا  
وان پر مینگی تجھ کو پیشاب کی پیانی بد اور مذ میں تیرے بھٹنا کا پھر کباب ہوگا  
بی کر شراب تجھ کو لڑی کے جانا سوچو بد رانی پر تو سر پہ تیرے تیرے اپسیرا ہوگا  
تیرے کان تیرے سکر سہی مرا سکی بد اچھی طرح مروت لڑی تو خوار ہوگا  
سنہ کالہ کر کے تیرا تجھ کو لڑی پڑھا کر بد بھر تو کھلے میں تیرے جو توی کا ہا ہوگا

Pran Chan

# غزل

راجی سوچو یہ کیا سب ہے تو بندوں کا ہے حال  
 ابتر یہ کہ ای تیزی سے ہر روز ان کا شہر  
 کھنچ پڑتی گشتی گران کی تہہ او آگے آگے  
 نہ تو چھ دنوں میں دہے گا ان کا تدارک  
 جس کی ستر کروڑ ہند میں ان ہندوں کی شمار لیکن  
 نہ ہی ہے باس کروڑوں کی اب اسی تہہ دان کی گھٹ کر  
 رہے آتے کامیاب ہوئے علمہ ہوئے ہر تہہ کو رستم  
 نہ سچ کے تہہ میں جاسے ہی سچی پیا  
 ان جو ظلم و ستم اگر یہ اچھوت جاتی یہ یوں رہے  
 نہ شے عینی ج کے پیسے ہی جنے یاں پر چار ہتر  
 ہے اونچے ورنے کوں کی بہ کوں کا کچھ ٹھکانہ  
 اچھوت توں کوں سمجھتے ہی کتے بلی کے مہلت  
 ہی سے توں کوں میں میں سدا ہی ستر پاد  
 نہ مگر جو چوڑے چار ان کو ہوں مخدہ نازل  
 قبر او سپر  
 میں کا بانی غربت کا جو چوڑے جوڑے بیچ کوئی  
 نہ دے میں مدد بھی بگوانا ہے کتے بلی کے مال  
 کہہ  
 جاتے جرتے بہ کوں نہ تو بھین نا پکٹن ان کو  
 نہ ہوں جو ہا ہی میٹھی ہو رختاں تو پاں ہوں  
 ہر دم کے اندر  
 ہاتھ نہ لگاتے رکھکے ہے ان کے چہرے  
 نہ لگاتے بڑے گریب ہی گائے جلیک  
 تو فرخے میں اگلے دل کہ  
 ہتھ نہ لگاتے جتکے ہتھ نہ لگاتے  
 ٹٹی بنے رختاں تو بونے ہم سے معذور  
 سسر  
 بی ہم پوچھو ہاتھ ادا کیے زندگن کا با  
 نہ تو صاف کہہ گئے ہر ہے ہی غلے پہلے  
 یہ لہو لیکر

P u n c t u a n

### از حضرت فقیر اکبر آبادی

کب شل شیشہ اون کما کی کے برائے دل پہ پہنچا نہیں خدا نے دیا جو بھجائے دل  
جب نے چھو وہ دل میرے ہلو سے کھینچ کر اپنے دل سے تیرے صدایں لکھی کہہ دے دل  
اوسے اگر بتائے کہ تیں کہ سم و لہری : تو تو زبان ہی مچھ کہیں ڈھونڈ اپنا کھم  
اب تو تری جفا سے یہ مانگوں میں عین دعا کا ظالم خدا کرے کہ تیں تو افسانے دل  
اور جھپٹہ تو فدا ہو وہ ظالم ہو اس تندہ نہ چھو مطلقاً ترا وہ نہ خاطر میں دے دل  
ناچار جیسے تجھ سے چھو رہا ہوں دل کو میں : ایسا ہی تو فی ہوں : لگا کر تیرے دے  
شیدا ہوں میں تو یسوی و مجنوں کی جاو پر نہ خالق نے کیا ہی خوب ہی اون کے بنائے  
ہیں یاں پرے اہل دل اکثر یہ کہتے ہیں : بے چھو : اک نفیر بھی ہے خاک پاسا

### از جناب محمد شریف صاحب شیخ لاہور

بدنام نہ ہو میری ونا یار کے خاطر پہ دشمن کے بھی مل آؤں نہ یار کی خاطر  
کافر بھی بنا اور مسلمان بھی ہو ایں : جو کچھ بھی بنا جائے نہ یار کی خاطر  
میں ہی صبر حال پہ کیوں شیخ و پتھر : سر جوڑ تا درویش پیر یا دہی خاھر  
ای میخ حرب ظلم کا شکوہ ہیں مجھ کو نہ ہرک شتم میں سے سہا یار کی خاطر

## از جناب فقیر صاحب اکبر آبادی

جتنے ہیں اب جہاں میں سبزی نے عشق والے پہلے شاد رخ آنکھیں سرسبز منہ اوجھالے  
 پتے ہیں سبز ترے کھاتے ہیں ترنوالے پہ کیا دیکھتا ہے بیٹا اور بار حسن والے  
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھیرا لے لے  
 ہر وہی تو نے سچاں تو ہے کھائی پہ سرخی نہ بھی تیرا آنکھوں ننگ نہ آئی  
 دیکھنی ہے تجھ کو نیم عیش کی چڑھا لائی پہ او چھپیں دواں پالے اور بھانسی چار پائی  
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھیرا لے لے  
 بے ہے پورے تیرے خاطر رتبہ بھر دواں اب دوستی کر لیا تجھ کو وہ چور بھر دواں  
 تو لیکتا ہے اتار کھرو نہ گرسیر دیتی ہے تو کر کے دل کو  
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھیرا لے لے  
 ماکر نیم خام مت ہو تیرا فیملی پہ تن سوکھ کر کھیاوے آواز ہو کی دھیمی  
 توں بھننا بنا ہے اکیکھڑا ریمی پہ عاشق تو اب اس کے من سے ہیں قدمی  
 عاشقوں میں آکر دو ہنگ کے پیالے پہ جو ایک دم میں تیرا گھر گونے چھیرا لے لے

See on the next page

ناری و سیدیں دیوانہ گریب کا : بیوی کا پیٹ میرا یا بیٹے کر لیا  
 بی کر شرب : کچھ میں کر لیا : اور یہ نہ تو کوئی ہے نہ لیا  
 بی عاشقوں میں گرد و جھگ کہ پالے : ایک میں تیرا گھر گھر :  
 کا بھاپ سے ہو کا تیرا شہر ہزار : اور جس کے پیٹ سے تجھ کو لے گا فورا  
 چاہے اگر اور انا عشرت کا ناز جزا : لو میں ہار نہیں اور وہ کلمہ کے لئے  
 بی عاشقوں میں گرد و جھگ کہ پالے : جو ایک میں تیرا گھر گھر :  
 ہیں اس نشہ میں عالم سو رنگ کے چھوڑا : کوئی دیکھی نہ سونے نہ بھڑکے  
 گھر دیکھیں ہیں تجھ کچھ عیش کے چھوڑے : تو جھاڑ اپنے تیرے کو تیرا گھر  
 بی عاشقوں میں گرد و جھگ کہ پالے : جو ایک میں تیرا گھر گھر :  
 سبزے کا وہ نشہ ہے اڑ غمی وصال با وس : تیار تن بدن ہو اور : بھول جاوے  
 آنکھوں کے آگے آکر سروں سی بھول جاوے : عشرت می لہریں آویں دھو دھو جاوے  
 بی عاشقوں میں گرد و جھگ کہ پالے : جو ایک میں تیرا گھر گھر :  
 پیہر پاس یارو یا مغلسی نہیں گئے : پر یزوں کے یان تو در ہوس نہیں گئے  
 کوئی کے مسرے کچھ او طرف نہیں گئے : اب تو تیرا پیاس ہر طرف ہی نہیں  
 شہ :



از جناب نظیر صاحب اکبر آبادی

جدا جب گھر سے اس دہرا لوں کو حسن کے چہرے پر عریض کو رخ کے جلوئی جھیلہ میٹھا سی تھیلہ  
پکے تیرے سحر کے نقش اور تھوڑے جیل سے بنے لکھایا دلاؤں کے دشمن نے پائے دل نے  
بنایا پان نے رنگ اور سنبلہ کراہل نے

ہنہ رٹ کی جھلک آئینہ بند ویدیا حیراں : وہ کامل کی کھلت جھیر خدا ہو سنبلہ دکان  
سی اور پان : بھی منفعل ہوں سنبلہ و بجا کا : میرا دل دیکھتے ہی اوس صنم کو سو گیا شاداں  
نکاح میں دم بدم سونیش و شرت سنالیں سنہ

ہمارا اوس جانب میں نے جب بھر کر نہ دیکھا : وہ عالم حسن کا اوسکے بہت جھمکے سنہ  
انگلیں پیاری پیاری اور بھولا سا وہ رخ اوس راہ کبھی خوش ہو کر کبھی سوچ کی بھی بولدہ لایا ہوا  
عجب لوٹے مرتے اوسا وقت نظاروں کی اٹھلے

دوڑے دل کو میرے اوس آن حاصل کیا ہی خوش شوقی : اوسے بھولا کھد میں نے دیکھی ہوا اوس  
بھی رخ پر کبھی رنگوں کی جانب منگی بانہ می : نہ بولدہ منہ سے ہرگز نہ دیکو : وہ خوش شادی میری  
گھر کچھ کچھ شہم کی شکر رب سے لکھا

See on the next page

وہ جسم سدا بہار تو میں خوش ہونے کھل کھینچ : ہوا مل کو لیں میرے کہ یہ محبوب ہے ہوا  
 نہ پاں نیچے خوف تیوری کا نہ پاں خطو ہے جوں کا : مجھے کھل کے غافل ہوں غور مانق  
 کیا کہ بار منہ غصہ میں سرخ عیار چلنے

میرے ہونے اور نہ ہونے یا روح اسکی شکل یہ کبھی نہ ہو گیا اور کھل پلایا مثل بے معبود  
 کہ لعل میں کروں اب کیا سمجھ تو سہوئی زانی : اب اس خلا کے ہاتھوں سے بھاؤ کیونکر نہ  
 اٹھا رخصت قدم و ان سے لگا گئی لڑخ چلنے

جب اوس عیار نے دیکھ کر کہ اب میں یوں چل گئی : کہا نہیں کر کہ پیر فن کہاں تو جانے پاؤ  
 یہ سن کر اور بھی گویا میں خوف سے کہیں جا : حیلہ دوتا جو آئے کو تو وہ سہوئی زانی  
 اڑا کر رفت نظارے بچا اب تم لگے ٹلنے

کہا جب اونے یہ پھر تو جو اس اپنے مجھے مجھنے : ٹھٹھک کر رہ گیا اوس جانہ سرسبز چل سکا  
 دکھائی عاجزی سنت ملی کی اور غصہ بھی جوڑ : ادب سے بوں کہا اب تو سہوئی تعمیر یہ مجھ  
 لگے قطرے پسینہ کے سرے منہ کے وہیں ڈھلنے

نہ آیا حرم کچھ اور کوستہ میں نے سماج کی : لگاؤ نے سامنے آتے ہی سینہ میں سنا دیو  
 کمند زلف پر دم نے بھی زون دل کی بھر جھڑی : لگے غنمے لگانے میرا جو کھد کے سرو کھ

اودھر سے تیغ ابرو کی بھی پھر کیا کیا لگی چھینے

دھرتی واد اپٹی کرشموں نے اودھر گھیرا : اودھر بلکونی نوکوں نے جھجھکیا دل میں نشتر سا  
دھرتی انک و صبح نے کیا دیوانہ و شیدا : اودھر آنکھوں کے جادو نے بتایا بادل کیا کیا

اودھر کیس پھرتیاں کیا کیا لگا ہوں کی بھی چھل بل نے

رے کیا واد تو کی جس جا یہ صورت آن کر لکھنے : پچھا واد کو پھر کیونکر کرے کیا اودھر کے روکے  
روں کیا اوس گٹھڑی کچھ نہ کہتا دو تو مجھ سے : دکھا کر مجھ کو اپنی واد زبردستی کے یہ نقشے

وہیں دل لیلیا جھٹ پٹ ظہیر لوس غنوج چینی نے

بیدار ہوئے اک دہر و لعل کو حسن سے چھیننے

از منشی گوری شنکر صاحب قادیانہ

لکھنؤ کی دھن کا نسا نسا جاسنا تا جا : نہ جاتو مان جا کہتا جاتا جا جاتا جا

یہ ہیں رہیں میں بے سہوہ یہ کھیاں تینہ کی ماتی : نہ سنا کرتان بسا کی جگھاتا جا جگھاتا جا

سائیں ہیں جو تو نے تان کے ایمان کے پیاری : تو نہ کہہ دے چاٹو ایسی ہے مناتا جاتا جا

عالمیاد میں جادو ہے کہ ہونٹوں کا ہے یہ کتب : نہ تک سی بات یہ کا تا تا جاتا جا

تیرے میر میریم کو سنا کے ٹیر بسا کی : نہ دوئی دل سے ہمارے تو مٹاتا جا مٹاتا جا

ز سنی گوری شکرہ صاحب قصیر و لوی

ز سوئی ستیاں ساتھ رہے ۔ جو بن یوں ہی جات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

سکری رہی سوئی کہ جائے رہے ۔ ہمیری ز پوچھے ستیاں بات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

اون بن نہ تار رہے ہی گئی گئی ۔ ہر ات تک کاٹی رات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

برہ ان تن بھر کن لگی رہے ۔ جرو ہی جات بگات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

قصیر پاکیس دھوائی رہے ۔ کبھو نہ جہتیاں لگات رہے

جو بن یوں ہی جات رہے

Prem chana

25-5-24

س از منشی گوری شکر صاحب قصیر و بوی

مان جا رہے مان جا رہے کا تو : ہر سو سے ہوری میں نہ کرا بھلاں تو  
 نہ بے دے ہاتھی میں اپنے گلاں : ہوری ناہ بھنگ چوڑا ساں تو  
 سیدھا کرونگی تہار وانہٹاں : ہم سے کیا لیکہا کر کے کان تو  
 نورے چھیل جانتی ہوں پھیل سب : کان موکو جان ماناں تو  
 چھاؤں چل پڑ جاری گیل چھیل : کیوں کر روت ہم سے اب اچان تو  
 بچاں کہیں کے ہانے : قہر نہ : گئے آہے جو بن دان تو

دیگر

اچھو بھیمو کھدڑی ہوئی کا یہ مراری۔ رنگہ کے ہماری ساری ساری بھیجی گئی تھیں۔  
 میکھو دی جوڑا جوڑی بتیاں پکڑ کے موری۔ انگلیاں ساری موری سب کھینچ تان پھاری  
 اچھو بھیمو کھدڑی ہوئی کا یہ مراری

جوہنیں وہ منہ مکھ کے محل سانے۔ گنگہ میں لڑائی ٹھانے دیدیے مشکوٹ گاماری  
خچہ پٹ لپٹ کے شکوہ کہہ چکے گول ٹھوٹ : بونے قصیراٹ پٹ امیونپٹ زارسی

اعظم کعبہ کھدائی ہوئی گا بہ فریسی

Q. R. Ph. and

از نشی گوری شکر صاحب قصیدہ ہوی

مگواس پھلوا اچھاوے شکھٹوا - پنیان بھرن کیسے جاؤں شکھٹوا  
لپک حبیبک خوری جھٹک شکھٹوا - لپٹ حبیبٹ کھولت گھٹٹوا

مگواسیں گھٹوا اچھاوے شکھٹوا

بھڑچھاری رنگ انک سپڑوات - منت گھٹل کرت ٹھٹوا

مگواسیں گھٹوا اچھاوے شکھٹوا

قصیدہ پالٹ پک انک موسے بین سدرے - کیو چاہت اٹھٹوا - مگواسیں گھٹوا

دیگر

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری بنے کتھو لوگوں کو پکڑ دھکے کا نگرنگ میں پچوری لوری

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

کسو کی چوڑی بھڑے رنگ کے کسو کو اپنے لگائے انگ سے نہ کسو کو جانے ہی دے نہ شک سے نہ دیکھو شکھٹوا

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

قصیدہ گول کا ہے نو اسی کرے ہے دیکھو انکی ہانسی نہ رہو نہ پچائی میں کوئی پچائی جگہ میں اوہیں بھٹو

کنور نہائی نے آج لوری یہ کیسی برج میں پچائی ہوری

Prem Chandra

از منشی گوری شنکر صاحب تقیر دہوی

ماںشہ ایک عام کا جبر دجا ہو ہی جاتا ہے

تیرا کا نا وہ ہوری میں دیوانہ ہو ہی جاتا ہے

اے نگ کا دیکھا ہے ہم نے نگ ہوری کا

کر دکھا پھیکا انسان بھی رنگید ہو ہی جاتا ہے

ختمے نئے کائے نگ پر مدتی ہنس رنگت

مگر نوری میں بچہ زگایا مانا ہو ہی جاتا ہے

یہ جاتی ہیں سکھیاں کان کے جبر وقت ہوری میں

تو پھر چھید کا بان کا پری بھی سیدھا ہو ہی جاتا ہے

مید گھن رہتی میں کا نا سا میں دیکھا

جہاں جاتا ہے وہ سکھوں کا مید ہو ہی جاتا ہے

تجیر اک رنگ دنیا کے نرالا تم بھی رکھتے ہو

تمہارا منے والد بھی رنگید ہو ہی جاتا ہے

Pranam

از منشی گوری شکر صاحب قصبہ دہلی

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی  
کیا ادا کرتے تھے مجھ پر خدا جانے کیا میرا چہرہ گیا میری نیند گئی

جدا جو تم سے ہمارا وہ یاد رہتا ہے نہ مثال ہرق یہ دل بیقرار رہتا ہے

خفا وہ کسے پروردگار رہتا ہے نہ یہی خیال ہمیں بار بار رہتا ہے

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

جدا کی اوس کی بھی دیکھو تو کس بلا کہے نہ کہ میں آئینہ ہوں پرکے ذرا کھٹکی ہے

نفر جو میری لہجہ قدہ کی جفا کی ہے نہ خبر نہ بد نہ غلام نے اوسکی کیا کی

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

میاں ہر ایک ادا سے ملل ہوتا ہے نہ قصبہ اوکو تیرا لب خیال ہوتا ہے

خیال دل میں ہی رہنا محال ہوتا ہے نہ الہی دیکھئے کیونکر وصال ہوتا ہے

گیا جب سے وہ آنکھوں سے آنکھیں مددیرا چیں گیا میری نیند گئی

Pran Chand

Pran Chand

29/5/91



از منشی گوری شنکر صاحب قصیر صاحب دہلوی

زرتیاں نہ ڈارو ستیاں چھاڈو بتیاں گدگدوں پتیاں  
اتنی ارج موری مان - تم مانو موری بتیاں - اوچی کوئی دھکت ہے چپتیاں  
بگرتیاں - نہ ڈارو ستیاں :-

گین گین موری مت آرے - چل چل یاں کے قصیر پیارے  
ٹوٹو جاؤ - باتیں نہ بناؤ - حرم نہ دیکھاؤ - موہے نہ سہاؤ  
سارے گاما پاؤ صفائی کا - نہ سٹافی دھاجا ماکارے کا  
دیگر

تری یاری میں دشمن زمانہ بنوا  
بھوگے ہی اپنے پرے تمام دشمن جاں - رہا نہ حال دل زار کا کوئی بھرساں  
اک جلا پایہ دل لگا لانا بھوا - تری یاری میں  
پھنسا ہے ٹائمر دل جبکہ دام الفت میں بڑی فرج کے گرفتار ہے مصیبت میں  
بڑی مشکل قصیر اب چھوڑا نا بھوا  
تری یاری میں دشمن زمانہ بنوا

از منشی پوری شکر صاحب فقیر دہلی۔  
 بجاوت ہے دیوڑیا کو تو کوکت اپنے سنگ  
 دیکھیں سب تراور ناری لٹی ہے تیری مت کیو دھاری۔  
 کیا اچھی تہجد ترنگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ  
 کیں نہیں مری مٹ ڈوئے۔ چل ہل لگو گریہ ہوئے  
 تو نے بی ٹی ہے کیا بھگد نہ کوکو کوکت اپنے سنگ  
 ساس نہ دیا دور نیاساری۔ من کے موری شوری پاری  
 رہ جائیگی دنگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ  
 جا جا کے یہ گوہر لٹائی۔ کر نیئے دیکھ لٹایا بھائی  
 ہوئی فقیر پیالے جگ نہ کوکو کوکت اپنے سنگ

Prem chand

۵/۵

B. Kishan chand

۱۰...

از منشی گوری شنکر صاحب قصیدہ نوی

کہیں کو جاتے ہو اٹھ کر ذرا سو رسیا : پتھر تو تو کسی میری جان غمور رسیا

یہ اضطراری کہاں کی ہے کہہ تو دو رسیا : خدا کے وارے پھیرے ذرا رہو رسیا

ہمارے دل کو چرائے کہاں چلے رسیا

زبان کی نہیں کیوں تیریاں دیکھاتے ہو : ہمیں خبر ہے کہ اوروں کے آتے جاتے ہو

یقین لکھو کہ قسم نہ قسمیں کھاتے ہو : ہمارے سامنے باتیں جھٹ بناتے ہو

ہوئے ہو گئے بناؤ تو ہر ہاں رسیا

باتیں جسے بناؤ نہ بس چلو جاؤ : بخاری آنکھیں دکھاؤ نہ بس چلو جاؤ

بے پروں کی اڑاؤ نہ بس چلو جاؤ : ادھر کو آنکھ ملدو : بس چلو جاؤ

وہی کو جاؤ رہے رات مہر جہاں رسیا

بات کوئی ہے جو کہ بچا رہیں : محیب دل ہے کہ جسکو ذرا قرار رہیں

پتھر آہیں گو ہزار بار رہیں : تمہاری بات کا کچھ ہم کو اعتبار رہیں

نکالو سامنے میرے نہ تم زباں رسیا

Premchand

دشمنی گوری شکوہ صاحب قصیر دہوی

عبارت قسموں کا کیونکر یقین کریں رسیا نہ یقین نہ کیا گھر تو ہمیں نہیں رسیا  
تمہیں کہو کہ گئے تھے ہمیں میں رسیا نہ رہے تھے ازلت جہاں جاؤ گم و بیا رسیا  
میں ہیں مارنے ستا ٹیکو کیا ہمیں رسیا

غضب ہے سوتے ہوئے آفتون کو جگاتے ہو بازاری چلوں سے ہستی مری مٹاتے ہو  
بلد کے پاس رقبہ کو تو ہم بٹھاتے ہو نہ مثالِ شمع بجے بزمِ انجمن جلاتے ہو  
وہ ایسی کونسی ہم نے فحاشیں نہیں رسیا

عبارت دیکھی طبیعت عجیب ہی رسیا نہ ہر طرف غضب کی ہے پیمپیں جلیبی رسیا  
بدلتی رہتی ہے رنگت گھڑی گھڑی رسیا نہ کبھی ہے جو رنجل میں کیلی بری رسیا  
قصیر تم تو ہو ہر جائی حاقمی رسیا

ہر ایک بات پر پایا ہے تم کو پیرِ قصیر : ہمیں نہ سمجھے تھے اسد و ہوشیر قصیر  
غضب ہے مجھ کو سمجھتے ہو اب حقیرِ قصیر : یہ کسی زلفِ دو تابیں ہوئے اسیر  
دو تم تو لکھنویرے مار آستین رسیا

Qadus shams

از منشی گوری شنکر صاحب فقیر دہلوی

کوئی دنیا میں ایسا بشر ہی نہیں۔ جسکی ہر قوت ہر دم پر نظر ہی نہیں

جوانی چڑھتی ہوئی ہے اتھار کھون ہے : اُبھرتا آسمان ہے جو بن نگار کے دن ہے  
شباب جوش پر کیا ہے ہمارے دن ہے : بناؤ کرنے کی راستی سنگار کے دن ہے

کہیں تم سا تو رشکِ قمری نہیں

لشہ میں ست جوانی کے ہے یہ عالم ہے : بد سے زلف پیرِ خیال ہے تو کیا غم ہے  
یہ سادگی ہے بناوٹ کے کچھ نہ مخم ہے : جفا کا ذکر ستم کا خیال بھی کم ہے

انہی ہوش کی اپنے خبر ہی نہیں

پھر دے ہوئے ہر دم ادا نکلی ہے : نظر کی تیغ سیرِ بزمِ کھنچ کے چلتی ہے  
عنا بہا شیکھو نوں ہاتھ میں سمجھتی ہے : سگم کے سانچے میں شمشیر ناز و دلالتی ہے

اوسے دوزخِ جزا کا خطر ہی نہیں

مجھ پہ شکل کا دیکھا وہ رشکِ ماہِ منیر : کہ جس کا ثانی جہاں میں : نہ لکھ کوئی قہر  
موجود مکانِ ادھر ہیں پلکیں تیر : غرض جہاں میں اوس کا نہیں ہے کوئی نظیر

نظر آئی کسی کو کمر ہی نہیں

از منتہی گوری شکر جب تھی وہی

بڑھی ہوئی ہے ہر اک کی انگ ہوئی ہیں : شراب اعلیٰ ہے چھٹی ہے گھٹ ہوئی ہو  
 بوا پر بھید کے ہوئی مارنگ ہوئی ہیں : کسی کی ٹوہید کسی کی تھک ہوئی ہو  
 کسی کی تیان دو رو کے کس کے چوئے مال نہ ہر اسے کرتا پھر ہے وہ تنگ ہوئی  
 ہر اک بنا کر ابھرتا ہے آج متواں : بڑھی ہوئی ہے نہ کسی ترنگ ہوئی ہو  
 عجیب رنگ کی دیکھی تصویر کی صورت : کہ جسے دیکھی گوا ہے وہ بے ہوئی ہو  
 دیگر

ہوا جب سے جدا مجھ سے میرا منم میرا چین کیا میری نیند تھی  
 نہیں صبر ہے دل کو خدا کی قسم میرا چین کیا میری نیند تھی  
 غم فراق کا مدد اٹھائے بیٹھے ہیں : جگہ بہ تیر محبت کا کھائے بیٹھے ہیں  
 نہ پوچھو تم سے کہ کس کے ستائے بیٹھے ہیں : کلجہ ہاتھوں سے اپنا دباؤ بیٹھے ہیں  
 جدائی اوسکی ہوئی میری جان کی لیوا : غم فراق سے دشوار ہو گیا جینا  
 تصویر دیکھ کر طرح اوس کے ہولنا : نظر ہی آتا نہیں کوئی واسد الیہ  
 ہوا جب سے جدا مجھ سے میرا منم میرا چین کیا میری نیند تھی

## از جناب ہر تبرع صاحب

مہربان مجھ پر ہوا ہے وہ نور میرا : تاج تقدیر کے چمکاتے تقدیر میرا  
 وہ رعنا حسن کی تاثیر برپا ہے ہر آن : لیلیا تھا جو خط عشق کبوتر میرا  
 غیر کو جسے عنایت ہوئی قیمت ادنیٰ : گامیاں ملتی ہیں تجھ کو یہ تقدیر  
 میں وہ بے بس ہوں کہ ضیاء کا دل دلکشا ہے : ٹوٹ جاتا ہے غصہ میں جوڑوں پر  
 کو بچو کلمے میں غلو کریں : فطانتا پھرتا : ہائی قابو میں جو ہوتا دل مضطرب  
 دیکھ رہے تانا فدا عشق کا مٹھوں لٹی : لیلیا نامہ کیجیے میں کبوتر میرا

دیگر

نغماتو کیئے ہی رنگِ حورم سے ہوا : ہمارا کیا ہے فطاکیا تصور ہم سے ہوا  
 طے سے جس کے لپٹ جائے فدا کیئے : معاف کیجئے جو کچھ تصور ہم سے ہوا  
 میں جاؤ کہ تم نے اگر نہیں توڑا : تو کیا یہ شیشہ دل جو رُخسور ہم سے ہوا  
 بیش نیکیاؤں باتیں تمہیں نے کی شرکی : ہمیں تباؤ کبھی کچھ فتور ہم سے ہوا  
 ہے سوتے میں بوسہ فطانتی ہم سے : گنگا سہا رہیں بے شک تصور ہم سے ہوا  
 خیال ہمیں ہجریار کا : ہزبر : تو وصال میں بھی یہ سعہ نہ دور ہم سے ہوا

سہ سہ سہ سہ سہ سہ

از جناب ہر تبر صاحب

اوس بے وفائے دل جو لکھایا تو کیا تھا : کیا نہ وہ تو زہر مہی لکھایا تو کیا تھا  
 زہر اوسنے نقشِ پا سے تیرے تو میری دی : سمجھو تو لگو قبر پر نہ پیدا کیا تو کیا تھا  
 انجی یں خوشی ہے کہ تم شاد ماں رہو نہ جانشن سمجھ کے ہم کو روایا تو کیا تھا  
 میری شمع ہو گئی نہ دیکھا و غاکھی ہو : عطرِ جنا جو مہر لکھایا تو کیا تھا  
 خود بھی تو سوزِ غم سے جہی سے رات بھر : پروانو لگو جو اوسنے جہاں لکھایا  
 آخر میرے لوگے کتنے تم نے ہاتھ کسج نہ ہر سوں جنا : کیا تو کیا  
 کچھ روز وصل و ہجر کی باتیں کرو تبر : کیا تو کیا تھا جہاں لکھایا تو کیا تھا  
 دیگر

بسموں میں جا کے یا پروانوں میں ایدلِ طرب : جانفشانوں میں سر سیدانِ منزلِ طرب  
 دیکھ لیکھا میرے دل کی تو جو لو تالِ طرب : نہ خود لیکھا بس نہ یوں ہی غیتِ طرب  
 آئیادہ نمحو جس کا کہ پروانہ ہے تو : بے مبارک ہو تجھے خوش ہو نہ بہی دلِ طرب  
 لوں بعد پروانہ و سچل سے تر پا جائیگا : جو تر پنا میں تر تپاؤں پہ ہے طربِ طرب  
 جا جا ایسا میں تر پا اوس پر پڑو کیسے : ہوئی مشہور میری سیکڑوں منزلِ طرب

Q. 10. 10. 10



### از جناب تہتر صاحب

محال میری شب ایک پلی ہے نیند آتا ہے غمِ شب ہے نرہی آنکھوں سے آنکھ لڑانا  
 اگر رہا نہیں کرتا تو ذبح کر صیاد نہ کہ ایسے جینے کے بہتر ہے اب تو مر جانا  
 اورو دیکھو سنو تو ابھی حیا نہ کرو نہ جب آؤ گے میرے آغوش میں تو شرمنا  
 خدا ہی جانے پری ہو کہ جو ر سوا کہ بڑا دیا تو درختیں لیکیں تمہیں نہ پہچانا  
 نہ غور نا مجھے لیون لگا بوسہ آنکھوں کا لپٹا ہی جاؤ لگا مجھ پر نہ تیغ نہ چھوٹا  
 زان قریب ہے لعل بہارِ آفرین ہے جن میں نہیں بھول کے تم اے گلونہ رترانا  
 دلگیر

چ کہد و ب آؤ گے جاں اون کے کہا جب پہن کر کہا آجائینگے لا بہکا نہ  
 میں کو بھی لوست میں مجھ کو بھی ہوئی قدر با دن موت کے آگے کسی قابل نہ رہا جب  
 صیاد ابھی تم تو بھڑکتے ہیں تنہا میں نہ لختوں کا جی لطف ہے تم ہوئے رہا جب  
 موت میں صیاد نے کی میری رہائی نہ اسی دل نہ رہا سیرِ ملتان کا مزا جب  
 اب اپنی میں کیونکر فیر تیروں کا پاتا تاہ طے کے کہیں بلیتی ہے آتی ہے قضا جب  
 پکار رہا اس کے ہے بتیابی کا اظہار نہ منہ پھیر لیا دردِ جگر مرنے کہا جب  
 (۱۰)

بہتی کب تک یہ بے نیازی کسی سیر بیک جفا دے نہ

بشکل خیر تو کھینچ لئے ہوتا وہ بیاہ کیا مروے نہ

کے لہجے ہے عداوتوں کا لہ تم ہمیشہ واکر دے نہ

یہ مہربانی تہا ہی ہے کہ ایک نہ اک دن دعا کروے نہ

جہاں کسی کے نظر میں تراپ سے دے لگا دیا نہ

اگر یہی حال ہے تمہارا تو کچھ دنوں کوہ کیا مروے نہ

چلو چودہ مجھ کو دھوکا یہ میں سمجھتا ہوں رمانا نہ

یہ سب ہیں چمکے فریب گھاتیں تم اور مجھ سے دفا مروے نہ

سلو نہ احمد کہ اون کے دیکھو نہیں تو روٹا پڑا کا تم کو

یہ آگ رہ رہ کر تیز ہوئی تراپ تراپ کے جلا مروے نہ

دیکھ

مہربان تجھ کو نہی اور شک و غمہ دیکھئے نہ اپنی آہوں کا کبھی ہم بھی اشر دیکھئے نہ

بس اوتر جاگتی جبر بھی کسی جگہ نہیں نہ تر بھی جہتوں کے کہتی وہ جلا دھو دیکھئے نہ

باد آجائے اوکھڑی ٹوڑا ہوتا اون کے نہ جب جن میں کوئی ہم تازہ شمر دیکھئے نہ

Pran Chandel

## از لادرام کمال برقی سیالوٹی

نہ ہوئی بند مولانا بھی رفتار شدہ معنی نہ لگائی تو نے معنی بیانیہ نہ تکرار شدہ معنی نہ  
 نہ ہمیں تو حق تبلیغ و اشاعت ہو بلکہ ہمیں معرکوں کو اب کسے کسے کا رشتہ ان کی نہ  
 نہ ہمیں کچھ آگہ معنی یہ ہی منحصر حضرت نہ ہے جتنی ہند میں اب ہر طرف تلوار شدہ معنی کی نہ  
 نہ لگاؤ زور ہو جتنا زیاں اس کو نہیں کوئی نہ کہیں بھی گزرتی سکتی ہے یہ دیوار شدہ معنی کی نہ  
 نہ مرزا کا یا مسلم نے یہ مجھ سے نہیں فرمایا نہ سناتے جاؤ خبریں تو ہمیں دو چار شدہ معنی کی نہ  
 صد اودم گوئی جہاں میں دیکھنا چھو نہ رہی کچھ دن افرافہ ہی رفتار شدہ معنی کی نہ  
 نہ کھٹ ہر طرف اب تو ترقی برقی حاصل معنی نہ اتیر کرتی ہے دل پر کسے رفتار شدہ معنی کی نہ

## از حضرت داغ دہوی

عمل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو نہ دو دن ہیں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو نہ  
 مر جائیں دو نو قبر و غضب تو سیر ہو نہ ہو مکتار لھر ہو نہ ہم ہوں نہ غیر ہو نہ  
 یہ وصال کی کسی تہی کہاں کا لطف نہ سمجھ ہو نہ ہو بلکہ میر دل کی خیر ہو نہ  
 جی میں بھولواؤں گا میلہ پڑاؤں داغ نہ بن گھن کے آئیں وہ تو قیامت کی سیر ہو نہ

Prem Chaudhary



س  
اپنی تر جانِ دل نگاہِ واپسین ہوتی

خبر دستِ دوستی کی اعزاز ہنسی ہوتی نہ نہ دھڑکانا غیروں کو جو اوسنے پیہیں ہوتی  
تو ستا عیش پہلو میں کوئی موٹھیں ہوتی نہ میں عرض نہ عاکرنا اودھرب پر میں ہوتی  
ابھی تکرار ہوجاتی اگر اب بھی ہینچ ہوتی نہ نہ دامنِ آپ کا رہتا نہ میری آسیت ہوتی  
دائقی جسے مجنون نام رکھا تیس ماور نہ کوئی پئی نہ رفقا نام گریسی میں ہوتی  
لہا ہوں میں اگر میں شاہ جی ہوتا تو کیا ہوتا نہ ہی دو گز نصف ہوتا ہی دو گز میں ہوتی  
ہوتا جو کا طالب وہ نہ نہ کچھو دنیا میں پیسہ جامِ جم ہوتا بخل میں ناز میں ہوتی  
باری آہ سوزاں یوں لٹ دیتی زمانہ کو نہ زمیں کی جا ملک ہوتا ملک کی جا میں ہوتی  
مختلف شعرتا آف

آبِ دل ہے اکالو دیکھ لکس کو اپنی طرف نہ آئے نظر میں سیکڑوں دہرائے سے  
میدگہ میں جب سواری تری عید اگلن چرن نہ رہائی ہر صی کی تری لطف گردن چہری  
ہو چکا کو کم فرزاں کا آئی گلشن میں بہار یہ کیا تری نقد پر پھر زور غر گلشن چھوئی  
سب چہچہانہ میں تیافتی ہر دونوں یہ یہ آید سے ہن سنگِ وحشت اور ایکسی دیوار  
کوئی کہتا ہے ہستی کو نہ ہستی خوب ہے نہ او کی عظمت فنا کو موقت ہستی خوب ہے

(P. 100 Ch. 10)

## از حضرت نظیر اکبر آبادی

یہ اتنی ہے جب ہاں شروعات اندھیری ہو گئی ہے جو جالے کے تیش سات اندھیری  
 یہ دیتی ہے غریبوں کو مکافات اندھیری پانہ دکھائی ہے خوبائی مہاتات اندھیری  
 یہ ہر پیش کی کرتا ہے مہاتات اندھیری پانہ دکھائی ہے عاشق کے بہت ر اندھیری  
 یہ جو قوت ہوئی ات اندھیری کے دھوئوں دھوئوں عاشق کے جہل کے دھوئوں  
 یہ گراوے کے ہمیں شو کیا غل کیا اب بار بار یہ اندھیری کے دو جہاز کے پانہ  
 یہ پیر لاتی ہے اس دھب کی مہاتات اندھیری کا کام اتنی مہاتات بہت پانہ پانہ  
 یہ جب یاد دلاؤ دھکے کا لہ سا دہ شالہ کمال کو اور ہم نے کئی کا لہ کے پہنہ  
 یہ جا مل گئے اور دل کا بھی ارمان نکال دیا مہاتات کے رقیبوں کا کیا خوب سا کا  
 یہ کیا وصل کی رکھتی ہے کرات اندھیری کا کام اتنی ہے عاشق کے بہت پانہ پانہ  
 یہ بوسہ لیا مہاتات کوڑا لگ پو رہے چکے یہ چھاتی کے لگا چھوڑا لگ پو رہے چکے  
 یہ عینہ کا وہ کھل توڑا لگ رہے چکے یہ انیہ کا سر بچوڑا لگ پو رہے چکے  
 یہ اس دھب کی تو رکھتی ہے عجیبہات اندھیری کا کام اتنی ہے عاشق کے بہت پانہ پانہ  
 یہ کل یاد دلاؤ اور ہم نے جو پانہ لے گئے بی بی او پیش کے رنے جو ہو ہو کے شرابی

: اتنے میں رقیب آیا بوسہ شہابی : گر جان نہ ہوتی تو بڑی ہوتی خرابی  
 : بنائے ہے سب آئی ہوئی آفات اندھیری : کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری  
 : سوتے تھے جو ہم اوس میں سے غیر کے کھٹے : چپ چپ لئے دو نو وہیں بنے پند کے  
 : ہم جیتے رہے اوسے دھوکہ دھوکہ دھاری : کتنا ہی ٹولا جو اوجا جلد ہوئے تو پاؤں  
 : چورہی بھی رکھ سکتی ہے کیا بات اندھیری : کام آتی ہے عاشق کے بہت بندہ  
 : جس کو چم میں چا دو وہیں لے پھیر : بیٹے ہیں اٹھے کہیں جدی ہیں دیری  
 : اہ اہ میں ہیں گل گئی گھر کی دھیری : حیرت تو نہ کہہ میری نہ میں کہیوں تیری  
 : کام میں لے رہی ہے لگا ساتھ اندھیری : کام آتی ہے عاشق کے بہت بندہ  
 : رہا شوخ لے کل رات عجب سیر کاٹھا : بوسوں کی مدارات کا سینو کی لپٹ کا  
 : آیا جو چمن ز تو بندہ وہیں سٹکا : وہ لگے میں کھاتا ہوا امیر تار با کھٹکا  
 : رو کرتی ہے سب سر کی بدایات اندھیری : کام آتی ہے عاشق کے بہت بندہ  
 : جتنی شب کو اندھیری تو عجب جیسی نظیر آہ : سوکھیں وارب سے تم اوس یا جسے گھرا  
 : نہ لکے تھے ہمیں ڈنڈہ نے اوس دم ہی بد قولہ : مل مل گئے تو بھنہ کیسا ہمیں واللہ  
 : کیا عیش کی رکھتی ہے طلسمات اندھیری : کام آتی ہے عاشق کے بہت بندہ

Ranchand

مسکرا کر لاکھنؤ میں مقیم رہا

یہ وقت ہے یہ ہی میرے ہاں سری والے آج اب تو بیکڑی ہوئی تجارتی بند ہے  
 یہ مال کی فکر نہیں ہے تو بڑی تجارت کو اب تو بیکڑی ہوئی ہے جانے لے کر  
 یہ درو پدی کی رکھی راج سبھانیں تو نے یہ آج تجارت کی بھی بستی کو بھانے آج  
 یہ ہاتھ اندھا لکڑی کو دوسرے والے یہ ہاتھ تجارت کے دھکی ہیں کاٹنے آج  
 یہ درو افلاس کی ماٹا نے والے یہ اسکا دھکی دیش ماٹا بھی درو ڈٹا لے آج  
 یہ دیکھ کوئی نہ ہے ان کا کوئی نام نہیں یہ سٹو صیکی وٹس نے سورج نے او جانے  
 یہ سڑک پیسے ہوئی آگ ہے پیچھے کی یہ لیتا او پیش لے جھینٹوں سے جھارے

دیگر

آئے دیکھو تقدیر جو رو جفا ہونے لگا یہ کس طرح بدلہ و ناؤں کا داد ہونے  
 اب جلائی کے عوض ہم سے برہونے لگا یہ ظلم ابداریوں پر بھی روا ہونے  
 ہے حیرت انگیز اب تو پا پگما لہن چھالیا یہ آؤ اب اوتا رو عار و ہمو کلجیت  
 گر اب نہیں آؤ گے تو سب آؤ گے پیار یہ جب نام ہی ملے جائے بکاتب آؤ گے  
 دیش کا گھر ہے بڑھو یا مغل و کھواب سے نہ مات ہے اٹلس شہی اسکی آب و ہوا

مسکرا کر لاکھنؤ میں مقیم رہا



## از لاکشن چند صاحب زریبا

بہ میرا ہوتن سودیشی میرا ہون سودیشی بہ چوٹی سے ہو چرن تک سارا بدن سودیشی  
 لہو بار ہو سودیشی ایشور کی گردیا ہو بہ کشمیر کے کان تک ہو وطن سودیشی  
 ندیسی و چار میرے بھارت سدا رہی ہیں بہ ہو شہر اور منزل میرا جلن سودیشی  
 ایسی سویشی کہ سوہیری اُٹل پہوتی بہ بھارت کے واسطے ہو جیوں دن سودیشی  
 پہل چول ہو سودیشی بھارت کے گلستان کا بہلن بھی ہو سودیشی اور سوہین سودیشی  
 جب تک جیوں سودیشی سنگار ہو بدن بہ شہر جاؤں تو بھی ہو ورنہ کھن سودیشی

دیگر

آزاد کی خاطر اپنا تن من دھن اٹھا دیکھ بہ ہم اپنے پیارے بھارت کو سو منتر مہرنا دیکھ  
 بھی تو کی ہے قربانی حرف مال اور دولت کی بہ ضرورت جب پہنچی تو یہ جا میں بھی لڑا دینگے  
 یہ بھی یہ زنجیریں جنہوں نے ہوش کو بکھرا بہ ہم اون کو توڑنا تو کیا ہے نکلے نکلے اور اڑا دیں گے  
 آزادوں کا سلیہ دیا جو آسمان نے ہے بہ اسے بھارت کے گھر میں پہنچ کر ہم سنا دیں گے  
 فرستے ہو دیشی یہاں دیکھ دیشی کی لجا بہ بدیشیوں میں ہم اپنے دیش کا ڈھنگ بھا دیں گے  
 دن و رات ہم کو ایلن سورج لینا ہے بہ جیت مارا تمکنتی کام سب کو دکھا دیں گے

از لاکشن عین صاحب نیما

اور لالہ حسن چید صاحب دیکھا  
 اٹھوڑا ایکٹ میں سر نیوا لوتھیں زمانہ دکھانے ہے نہ تھاری غفلت کے کوئی بھارت کا نام لکھا  
 تھیں تو بیچارہ ہی ہے کھنڈک ڈھوئے شعلہ کی ولولہ کی جڑ ہے پر مالوہ کوئی انہی کے کوئی نام جلد سے  
 نہ مان چکے انا تھیں لوہے سڑیوں و دھوکے و تری میں نہ لکھ نہ دھن کا اوئی کو مرم لہو سے او کو تارا  
 ہیں جن کی محنت سے آج شعلہ کی یہ بوا میں نصیب تم لو یہ او نہیں کی تھیں موقوفہ یہ آج ڈائیر جلد سے  
 تیار او کا وقت جرم ہے کروا توئے غور و پوری نہ تمہاری خاطر جو عرصہ میں او نہیں کوئی اثر ملتا  
 سہرا شاہ ظفر



## از جناب ہر تبرع صاحب

راحت شب فراق نہ پائی تم ارات نہ پہنچا اور صبح جانی تم ارات نہ وہ تو نہ آئے رات دکھائی تم ارات  
 تو میں نہ ادا دل اور آئی تم ارات نہ کہتا گل وصال میں کیا در در مجرب کیا کہ بات بھی تو کیا نہ آئی تم ارات  
 ہو جو پہلایا تو نہ مر رہا مستعد نہ صبح بھرنے آگے ملتی تم ارات نہ آتھ میں جانیں رہتی تمام ہوس  
 میں نے بچھائی آگے نہ ملدی غلام نہ روز وصل جھپٹے تنہا نہ بھد بھد کیا کیونکہ صبر و دلدار و جہانی تم ارات  
 آہ نکلیں ہماری صبح کو تمہارے رہ گئیں نہ کہیں نہ سنے خوب رہا دکھائی تم ارات  
 نکلی جو وہ تہنہ میں روز وصال کی نہ بچھ کر رہیں میں روح نہ آئی تم ارات  
 اک دم میں جاگتے ہیں سحر تک جو شام ہے سوتی ہے ورنہ مسافر خدائی تم ارات  
 دیگر

میرا گھر آیا ہے اس رشک قمر آجکی رات نہ یا الہی نہ ہو دو شب تو سحر آجکی رات  
 ہے شب وصل خدا سے یہ دعا میری نہ ہوئے تار و زنیات نہ سحر آجکی رات  
 شام سے جاتے تو تم آؤ گئے تو مل لیں نہ ہو گا دنیا سے ہمارا بھی سفر آجکی رات  
 ہے شب وصل چھری سوتی تکی کروں پر نہ بولا ہی وقت آمد مرغ بچھ آجکی رات  
 وصال نے کہا تھا اوس میرا غم ہے نہ نہ صبح تک آگے نہ جا جانے در آجکی رات

✓

اب تو باز ایسے بکتے ہیں سرکارِ تریوز

کوئی اولاد کوئی مفسر کوئی شک تریوز

کیوں بے لیا ہے اٹھا کر ہم مرا ستر تلوڑ

کھینچ مارا میرے سینہ پر اٹھا کر تلوڑ

میں نے مارتھیوں کے لئے ایک

کیا میرے سر کو تیا تم نے مقرر تر بوڑ

پیارے میرے وہ تر بوڑ بھی شکو اتا ۔ چھایا اوسکا کا مجھے ٹوپی کی طرح ہے ہنہ  
اور یہ کہتا ہے کہ پھینکا تو پھینکا تو لگا مڑا بنا کیا کہوں یا دوسرا اوس تر بوڑ کے ڈر کا مارا  
وہ وہ دونوں کے لیے ٹھٹھے پھینا ہوں سر پر تر بوڑ

ایک بیدار ستمگر ہے وہ کافر خونخوار ۔ قتل کرتا ہے عزیزوں کے تیشیں لیں و نہا  
کل مر اوس کی مٹی میں جو ہوا آگ کے لہار بنا اس طرح سر کے شہیدوں کا پیر اتر اٹھنا  
جیسے بازار میں تر بوڑ کے اوپر تر بوڑ

اب تو اوس کا شوخ کا تر بوڑ سی لوٹے ہے مڑا بنا وہ تو کٹھا ہے ویرا ہر گز ہے کٹھا  
رونا کٹھن لکھو رہا مجھے آوے بھلا بنا پھانک بھجوں کے بھی ہے وہ وہ بھلا  
تب لپٹ جاتا ہے کیا پیار سے ہر تر بوڑ

غزل

دیکھتا ہے میرے میں نے تیرا حال بھیوں پر رقتا ہوں تب دل میں تیرا خیال بھیوا  
دلالت ہے یہ میرا تجھ کے سوال بھیوں بنا اب درد غم کے آؤ مجھ کو سنبھل بھیو  
تیرا شراب پڑا ہوں کہ تو نہال بھیوں بنا اسی ہیرت ہال دل و دست کمال بھیو

کیا خبر تھی انقلابِ آسمان ہو جائیگا : یار کا منہ نصیبِ دشمنان ہو جائیگا  
 لے توں سوتے میں بوسہ پر تجھے یہ خوف ہے : ایسے نازک تن کے گالوں پر نیشاں ہو جائیگا  
 جی میں آتی ہے لگا دوں آگ کو کو لو کہو : یہ سہرِ خیال آتا ہے موتے بے وطن ہو جائیگا  
 دل کے ڈھیلے پر ڈھونڈ مارو قبر پر پیری صنم : خاک چین چین کہ میرا سیلا کفن ہو جائیگا  
 دیگر

یہ وقت کے سوا کچھ تمہیں منظور بھی ہے : کچھ عداوت بھی ہے جوڑ کی بھی ہے چیل دو بھی ہے  
 جن عاشق کی ترس دیکھ کے کہتے ہیں طیب : یہ دکھ بھی ہے دو بھی ہے سینہ میں ماسور بھی ہے  
 یہ کادوں ہے گلے آج تو لے لے ظالم : یہ رسمِ دنیا بھی ہے مروج بھی ہے دستور بھی ہے  
 یہ مائی نہ کرو آج رہو میرے گھر : یہ شبِ اندھیری بھی ہے بادل بھی ہے گود دہری ہے  
 شاہِ ظفر

عاشق میں بازی اگر چھوڑ کی دیر کھیلنے : یہ نزد دل ہم بھی بٹھاتے اور دل پر سلجھاتے  
 جو کہ فضلِ الشک کو آنکھوں میں رکھوں روک کر : یہ نکل جاتے ہیں لڑکے گھسے باجو کھینچتے  
 شیخ چہ گدوں بھڑک رہا جو اب کرتے مہبات : یہ شیخ ستہ دہیں کھتا رہے اب یہ سر پہر کھینچتے  
 جو لڑکوں میں خالِ روم بہرِ مال زلفوں کے ہنس : یہ من سے اپنے نہیں یہ مائے لہر کھار کھینچتے

## حضرت نظیر آبادی

بھٹی کوئی رکھتا ہے تو کسی کوئی پینا ہے یہ نہیں گئے میں ڈالے منت کوئی بڑھا ہے  
 موٹے ہوں یا کہ نہ بگے اور رے ہوں یا کہ بگے نہ کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھوئے بھلا ہے  
 دل میں کسی گھر میں نہ شرم نے حیا ہے نہ آگیا کئی اھل رہا ہے پچھپچھائی لعل بدست  
 پتے پیرے تو کھلا ہے شعلے جبرستہ تو کیا ہے شعلے ہی واہ واہ ہے اور کھڑی واہ  
 کچھ کھالے اس طرح سے کچھ اوسط سے کھالے نہ کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھوئے بھلا ہے  
 مر جائی کوئی تو بھی کچھ اون کا غم نہ کرنا ہے نہ جانے کچھ بگڑنا نہ جانے کچھ سنوڑنا  
 اون کی ہلد سے گھر میں ہر قید پال کھونا ہے جس بات پر یہ مجھ سے وہی کر نذر  
 ماں اور بھتی کو بابا بگڑائی کو بیچ والے نہ کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھوئے بھلا ہے  
 جو کوئی چہر دیوبنت باغ کوٹھتے ہیں بگڑا بیرہی گاہر سب مند میں کوٹھتے ہیں  
 باوا کی بچھ ماں کی چوٹی کھسوٹتے ہیں بگڑوں میں اٹ رہے ہیں فالوں میں کوٹھتے ہیں  
 کچھ مل گیا تو پی لے کچھ بن گیا تو کھالے نہ کیا عیش کوٹھتے ہیں محکم بھوئے بھلا ہے  
 بھوئے کو دو سو کمالیں بیٹھا ہوا سلوا بھوئے باوا بے بہتر جب بل گیا سووا  
 جس جا پہ نیند کی بھوئے ہے اون کو سلوا بھوئے کچھ بیک کی نے جا پہنچے بھوئے



بعد نہ کوئی بھانے پھر کوئی نچارے نہ کیا عیش بوٹے ہیں محصور ہوئے بھانے  
 یہ بانسہ پین کا یارو عالم عجب بناسہ ہے نہ یہ عمر وہ ہے اس میں جو ہے موبادشاہ ہے  
 ورسیم اگرچہ پوچھو تو بادشاہ بھی کیا ہے نہ اب تو نظیر میری سب کو بھی دما ہے  
 نہ کے جس سحر ہوں کے اس و مراد والے نہ کیا عیش بوٹے ہیں محصور ہوئے بھانے  
 دیکھ

قحش یاں جس کے میاں ہاتھ لگا پیہ کا نہ اونسنے تیار ہر ایک ٹھانڈا کیا پیہ کا  
 گھر بھی پاکیزہ عمارت سے بنا پیہ کا نہ گھانا آرام سے کھانے لالہ پیہ کا  
 ایسی خوبی ہے جہاں آیا ہوا پیہ کا

بیٹھا پیہ کا اسے دوستو آکر سینگ نہ عشرتیں پاس ٹھوس دور ہوٹے سن کے روں  
 شے جب مال پکے دودھ دہی ہو بھی بگوں نہ دل کو آئے ہوئے بھگ لئے روگ اور روگ  
 کچوان ہی عزیز فرما پیہ کا

ساتھ اس دوست کے اک دن جو میں گلشن میں گیا نہ وال کے سرو سمن ولادہ گل کو دیکھا  
 وچھا اوتی سے کہ یہ بے بارغ تھا تو کس کا نہ اس نے تب گل کی طرح منس دیا اور مجھ سے کہا  
 ہر باں مجھ سے یہ تم پوچھو تو کیا پیہ کا

وہاں کوئی کیا لے ایک درمغ پنجرہ : لال دستار وہ پٹہ بھی سراجوں طوطی  
اوس میں اک بیٹیں وہ سینا کہہ اہل گنواہ میں نے پوچھا وہ تمہارا ہے رہا وہ چپکا  
نظم مذاکر سے مینا کے صدا - پیسہ کا

میں سے نظر تو سکاں اک نظر آیا ایسا : درو دیوار سے چکے تھا سیراب آباد  
سیم چونے کی جگہ اوس کے تھا انیسویں کا : واہ واہ کہہ گئے ہا مینے : بگو ما کس کا  
مغل نے جب مجھے چیکے بے کہا - پیسہ کا

اوچکا عاشق سے جو محشوق کوئی بٹ کا بھرا : اور وہ سنت سے لے پٹور نہیں ہے نہ  
خوبیاں پیسہ کی اسے با : کہوں میں کیا کیا : دل کو سنگ سے بھی اوس کا زیادہ تھا کر  
نوم سا ہو گیا جب نام سنا - پیسہ کا

دہم میں نام کے پارو جو میرا دل ہے اسیر : اس لئے ہوتی ہے یہ میری زباں سے تقریر  
جی بھی خوش رہتا ہے اور دل بھی بہت عیش پذیر : بقدر ہو سکا میں نے کیا تم میرا نظیر  
مرتبہ آج زمانہ میں جو تھا - پیسہ کا

Pranada

از حضرت نظیہ صاحبہ اکبر آبادی

کل بلیس جنود میں قابو میں اپنے آئیں : اوں میں سے دو بچکے کے کشتی میں دھڑکے آئیں  
 یہ شور میں کے خلقت دوڑ آئی دھڑکے آئیں : اوں میں سے دو بچکے کے کشتی میں دھڑکے آئیں  
 سوسو رچی دھڑکیں اک دم میں کڑکھیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلیس لڑائیں  
 دو میں تو دونوں کٹ لڑتی تھیں لڑکے لڑا : جب تیسری کو چھوڑا سیر تو ہوا نکلا  
 مفت یہ آکے ٹوٹی چھوڑا اپنا : اوں کڑکی کسی کی پس ٹوٹا کسی کا تہا  
 سوسو رچی دھڑکیں اک دم میں کڑکھیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —  
 تھیں تین کشتی میں یہ چوٹی کو کوس میں چھوڑا : اوں سے تو خم مہا کر تینوں کو دھڑکے آئیں  
 پھر تو یہ ٹھیک آکر ان کشتیوں کا کورا : چھوٹا کسی کا ، تھیں مہا کا کسی کا کورا  
 سوسو رچی دھڑکیں اک دم میں کڑکھیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —  
 لکھو جو ماری پڑھ ہم نے پڑھ سوئی : کشتی میں کٹھیری بند کشتی اوں چلے بلبلوئی  
 ہنس کے چمچیں اونکی لڑتی تھیں غرغروں کی : سب بولے واہ حضرت اچھی پڑھ کے بھجی  
 سوسو رچی دھڑکیں اک دم میں کڑکھیں : اس ڈھب سے ہم نے یارو : —  
 تھیں سب چمچیں اون کی جڑیاں جو چوچوں آئیں : کورے لکھناں چمچیں بھی چمچیں  
 لکھناں چمچیں اون کی جڑیاں جو چوچوں آئیں : کورے لکھناں چمچیں بھی چمچیں

سو سو طرح کی دھوئیں اک دم میں کروا لیں : اس دھب سے ہم نے یارو حل بلبلیں روک کر  
 چلنے مورساروں اور پھڑپھڑا کر گھنگھڑا کر دھارہ چھوڑ دیا ہے اور پھڑپھڑائے آتے  
 کرتے تھے بھونکے مکتوں میں لیدر لپکارے ہوئے یہ بھڑوٹے چالہ بھی رنگین لڑی دیکھ کر  
 سو سو طرح کی دھوئیں اک دم میں کروا لیں : اس دھب سے ہم نے یارو : —  
 جب لے چلے وہاں سے ہم بلبلوں کا لشکر : یہ سب گورنمنٹ کے ہوتے اور ہم دھابوں کا  
 سب میں بیاں نظیر ان ہم موہوٹ سے قلندر بنیاد لیں آؤ وہ میں اب ختم ہے نہیں ہم  
 سو سو طرح کی دھوئیں اک دم میں کروا لیں : اس دھب سے ہم نے یارو : —

مختلف اشعار

پس جو کچھ تھا وہ بھی کھو بیٹھے : اچھے خاصے فقیر ہو بیٹھے :

کس نے پرسہ کہ بھیا کون ہو : یاد ہو یاد ہو یاد ہو یاد ہو :

دیوانی نے لکھا ہے دیوانہ قحط سالی میں : جوئے نے ہے ستا دھب بھی کانٹے سالی :  
 کہیں ہے گنجھ ٹپا کہیں ٹوڑی پھرتی ہے : کیوں نہتا کوئی روتا ہے اس عہد دیوانی میں  
 بھکریو سہ بازی کل جڑے ہم ناٹ پر اور چر : اوچک کے لیا بوسہ سارا دیکر کندھوں سے  
 مانجے کیونکر سارا معشوق اس گلروے وقت : نہیں ملتی ہے فرصت کچھ روز کی کے دھابوں

21/5/51

## نشاہ ظفر

جہاں آپ ہم نے ضبط کر کے آو سوزاں کو بن جگر کو سید کو پہلو کو دل کو جسم کو جاں کو بن  
 یہ کج تنہائی میں نونس ہم سمجھتے ہیں نا اہم کو یا کس وحشت کو بیتابی کو حرماں کو بن  
 کس کس کو دھوں دل میں ترسناں کو قاتل بن کٹاری کو چھری کو ہانک کو خنجر کو پیاں کو بن  
 نہ موجب تو ہی اے ساقی بھلا کھڑ لیا کر کوئی نہ ہوا کو ابر کو گل کو چین کو مہن لبستاں کو بن  
 بہ دونوں نے تیرے گردیاں بے آپ عالم میں پاگوں کو لعل کو باقوت کو ہیرے کو مر جاں کو بن  
 ایا اولو خالق نے لب انسان سے کتر نہ ملک کو دیو کو جن کو پیری کو حور غلمان کو بن

دیگر

وہ جاں دین و اعماں ہیں جو سولیا منم لیبو نہ کرو لگا عذر دینے میں نہ میں مجھے قسم لیبو  
 عطا منہ کہاں لیں لکھ لکھو بے رفا منی کہیں جب تک نہ وہ منہ لے کہ ان رافعی ہیں ہم لیبو  
 آئے ہیں گری میں لکھ لکھ ملے آتش کو یہ کوئی دم نخل مر لکھاں کے ذرا سایہ میں دم لیبو  
 ہی ہے حضرت دل عشق کے باز میں سودا بن گئے سو اپنے واسطے تم ہوں غم لیبو  
 میں نے عاشقی نہیں سے لینا دل کا کیا کل نہ کہ تم دباز ہو جو بوقت جاہودیکہ دم لیبو  
 میں بہ اعتبار اور کا وہ کہہ کر ہیں مگر جاتے نہ خوشی دے ہاتھوں کے کفر تم یک دم لیبو

اٹھا دے پردہ نہیں پردہ میں اٹھا دوں گا : پیش سے دل کی ابھی عمر شمس تک ہر دوں گا  
 نہ چاہی مشق کامیکش اگر خبر موتی : یک جام میں دوں وہاں ہر دوں گا  
 کہ ہے مجھ سے وہ قاتل کہ میرے گھر سے : نہ کہ جو تو نے قدم سترے اڑا دوں گا  
 اگر تو آدھ لکھا تو جانتے فرشتے پا انداز : میں نہیں آنکھیں سر سے زبرد باہجہ دوں گا  
 دم فرام وہ بول لگا کہ ایک ٹوکریں : ہزار فتوے خواہید کہ دوں گا  
 جو چاہیں نے لب زخم تو کھینچا کیا : کہ لہا کہ غنچہ تامل نہ میں دوں گا  
 نہ چھ مجھ سے تو یوں نہ حقیقت حال : اگر کوں لگا ابھی تجھ کو ہوا دوں گا

دیگر

ران بھر کچھ کو تم یار نے سونے نہ یا : صبح کو خوف شب مار نے سونے نہ یا  
 شمع کیلچر بجے ران کٹی سوں ہر : چین کے یاد تو یار نے سونے نہ  
 یوں کرا ہاتھ بیمار ام درد کے ساتھ : کسی ہمایہ کو تھار نے سونے نہ  
 میں وہ مجنوں ہوں کہ نہ اندائیں لگیا کو : میرا زنجیر کی جھلکا رنے سونے نہ  
 یاس و غم رنج و قہر میرے ہوئے دشمن جان : بول تو غیب نہیں پہنچنے سونے نہ

از باب ہر جنس لال صبا شہید

آؤ وہی شہر کا فانی نظارہ دیکھ لیں نہ سرکری چاکیں دیکھ لیں گونہوی دھارا دیکھ لیں  
موتوں سے لطف و لینہ جودلوں میں تھا بھلا نہ مری عین وہ سب کاسب اب آتشکارا دیکھ لیں  
شکوہ مستحکم کیا تھا لہذا ران ملک نے نہ رشتہ اخلاص یکسر پارہ پارہ دیکھ لیں  
چروہی بکری کے بچوں کا اترنا جھپٹا پر یہ بندوں کے ٹٹے پیٹے کا نظارہ دیکھ لیں  
جوتنا کرتے تھے عہد شاہی اسد م میں یہ یا علی "ما شور یا" حیدر کا لہو دیکھ لیں  
نم تو جب جائیں زبان میں لید و لکی ہے اترنا کس جنوں کے جوت کو سر نہ اوتار دیکھ لیں  
تشریف اناحق کو بھیجیں علم سے نہ ہو چھپا جو پھر دل میں شہر راہ دیکھ لیں  
از شاہ ناخ

کیا کہوں یونکہ ترک کو بے میں ہو کر آیا نہ تجھ کو پایا جو ہرین ذب میں رو کر آیا  
وہ کہے بازی کبھی جو سرکری جو کھید کوئی نہ مایہ زندگی اپنی مہجی کھو کر آیا  
ص کے تونے بت نہ خواہی لڑا میں نہیں نہ تیغ مرگاہے اسے اپنے تو نہ کر آیا  
لو حیدر خاموشی کو منت میری تو اس غمخیز دین با دل مرا جانتا ہے مجھ کے جو تو کر آیا  
یہ میری کس ترس ہو اتنی ہے خوشبو کی طوفان ساتھ تو کون لے گلزارے ہے سو کر آیا

Dr. - chaur

از شاہ ظفر

ہمارے آنسوؤں کا آب ہے قیاس جو نہیں کیا  
 یہ نزدیک ہم نے پیر خوش الیسا اپنے خوش میلا  
 ستم ہے میں ہوں بہین و صبر میاں کا جوں حل  
 یہ کہ اب میں خنک ہے سداور سے آخر میں دبا  
 صاحب زنا اس پر جاتا ہے لیوں اگر مکی ہستی میں  
 اپنی چوٹک دینا کیا ہے اپنے کو نہیں در  
 چھپے یہ کشت و خون کیوں کہ ہے خون شہیدان سے  
 رگوں و نہرات کہ در قال روپوشین و  
 لب لعلیں سے تیرے کام کیا تھا شہدائوں کو  
 نہ بگڑ دیکھا کہ اس شہدائوں میں دبا  
 دیگر

بہید دل کا گریہ ہے اسی چشم غم کھل گیا  
 یہ وہ جو ہے پوشیدہ اس حال غم کھلی  
 بولتے جو ہم نہیں منہ کے سمجھ کر میں بھی ہے  
 یہ بون الہا میں سداور سے کھلی  
 محقق کا دل ہے ہمارا غم دل تو نہیں  
 یہ جو یہ ہے ہی سب صبر کھلی  
 کھولتے جو کہ سودا کی تیرے سب  
 یہ از سرستہ تر سر کی قسم کس جا  
 گھر فریہ شوق میں اپنے تو ہیں فطرت کے  
 یہ اپنا مضمون او شہ قاصد کی قلم کھلی  
 کتنے ہکا چوکے بائیکے پائے رنجیدہ  
 یہ جبکہ تیرا طوق پہنچ و غم کھلی  
 اوں کے رکنے پر نہ جا پیتے ہی جام  
 غم نے تو یہ دیکھا باتوں میں وہ کاندھ کھلی



بشاہ ظفر

بے جانب کو جسے تو نے بھایا ہوگا : کوئی اور اوس کو سنو نیز نہ بھایا ہوگا  
تک جسکو رسائی تری ہوئی ہو گئی : ہنسکے درجہم کے آنکھوں سے لگایا ہوگا  
روستہ تم جو تہلتے ہو نصیب اعدا : درود دل آپ کو عاشق نے سنایا ہوگا  
دیکھا وہ حرص و ہوس کو نہ کبھی دیکھ گئے : ملیں جس شخص کے تو آپ سمایا ہوگا  
سپے قتل نہیں میرے وہ تال ایل : پاتین ابرو کو جو کہنیا تو گویا ہو گیا  
بیٹھا تو نہیں ہوتے ہیں ظفر وہ پرہیز : زلف کو ہاتھ اسی تو نے لھایا ہوگا  
دیگر

فدا نے جبکہ جالیاں بنایا تھا : مرثہ کو تیرے سوجوں کو گماں بنایا تھا  
بھوروزن سینہ کو خدا جرح : باندھ پھرے لہکا اسے تابعدار بنایا تھا  
یہ سیر و ملت میں کونسا گلو : مہارنے غنیہ گل عطرداں بنایا تھا  
یہ نہ ہمیں ہستی کے ایک فرصت : بے حجاب واریت یہ دکھ بنایا تھا  
غزل اک اور قوافی بدل کے پر لے لیا  
اس لئے تو ہمیں خوش زبان بنایا تھا

G r a m m a r

## از شاہ ظفر

تیرے جس کے سب سے گھر جا گیا ہے اب ملک اندر ہر دل میں گھر جا گیا  
 وہ مقام ہمیشہ دیکھے ہیں جیسے ہی نہ کون جہاں ہے اگر ملک اندر جا گیا  
 تیرا کوچ وہ ملت ہے کہ جو آئینیاں نہ شک و خوں کے اپنے دل میں ہو کر جا گیا  
 امتحانِ عشقِ محبت کا نہ پروا نہ تھکے نہ خیر و شر کہ طیبات اس قدر جا گیا  
 کس لیا دے زار تبسم باغیں آواز دیکھ غنچہ کا سونکر دے بھر کر جا گیا  
 ہے زیادہ دہم دم بہر محبت اور ہوا نہ پا کر کیوں کر دیکھتے یہ دل اور تر جا گیا  
 جذبہ دل پہنچ ہی نہ دیکھتا اس خود کام کو نہ کام آتا کہ یہ اسے ظفر جا گیا

دیکھ

ناز او ستے جو ملتاں ہی ہوساں میں لپٹے نہ تھکے صبا نے لہلہ کر کے اس میں لپٹے  
 دل نے یوں جو نہ کہنے کھلے کبھی رنج و اطمینان اسے تھکے وہ سب زور ترے کبھی لپٹے  
 سنگ ل ل ل ل کشیدہ ہو مگر عاشق زار نہ کشش دل سے او ایسی نفیس لپٹے  
 لپٹوں ایک میں تھوڑے تری وہ تصویر کہ مسمومہ کوئی بہر بس میں لپٹے  
 از قلم لپٹا ہے دل لپٹنی کیسی جانب نہ تا ادا کر کے وہ ملت کہ یہ کبھی لپٹے

## از شاہ ظفر

مکہ ہو گیا عام مری طبع مکر سے بہ عجب کیا خاک جائے آبِ بر سے آسمانِ بر سے  
 اُمتور ہے جو آنکھوں میں سیٹے در و دراز نہ تو آنسو آبداری میں نہیں کم اپنے گوہر سے  
 بھی ہرگز نہ دل کی آگ بلکہ اور بھی بھڑی بہاؤ تم نے گور و روئے دریا دیدہ تر سے  
 نہ اس میں کچھ قصور اولیٰ کا نہ کچھ نقصانِ تیری نہ خواجہ عشق میں ایدل سروہ اپنے مقدس سے  
 ہم اشکِ جگر گونِ چشم میں ہم بھر کے پیتے ہیں نہ نہ مطلبِ باؤہِ گللوں سے ہم کو دس گونے  
 تیری جنبشِ مژگاں مجھے بس وقتِ یاد کی بہ ہزاروں چپکے دل میں دیر کیا نشست  
 قاتل کیوں ہو تم اوکا سنگول سے دیکھو لٹا بہ سہرا نا اذِ ظفر اچھا ہیں شیشہ کو تیر سے

دیگر

ہم نہ اولادِ آدم سے ہوتے نہ تو کیوں مضطرب اس قدر غم سے ہوتے  
 غم نے اگر عشق میں ضبط کر دیا تو دریا روانِ چشمِ میر تم سے ہوتے  
 مرقناک یوں ہیں وہ زہارِ گللوں نہ کہ جوں گل ہیں آلودہ شبنم سے ہوتے  
 وہ پریم نہ یوں ہم سے دنا اگر کم نہ گستاخِ اوکا زلفِ میر غم سے ہوتے  
 تو بخشت ہے وہ اپنے کلم سے بگناہ سینکڑوں روزیں ہم سے ہوتے

## از شاہ تفر

تو اسامی کہ ہے وقت تحریرے قلبن کھنڈا ایسا کھنڈا ہو کھنڈی مہاں کھنڈا کھنڈا  
 سحر کریم پر دیکھے اکون برسے مدد کا نہ وہیں سوچ کر کچھ فتاد کا ہر ہنسی کھنڈا  
 توست کھنڈا اب کھنڈا لے رہی سینہ کہ میرے سینہ سناں ہوا کھنڈا  
 بعض عشق کی تیرے بیان کیا کیجئے کاش کہ اس پتھر گشیں آنکھیں جو ایک سر پہنڈا  
 چہ ہی رست کو چوں سے ہم پہنڈا کے میرے چہ رخ ماہ کو روٹو جو رخ کھنڈا  
 دیکھ

رہے تریوں نہ انگوں سے ہماری یکظم نراں کہ فسخانہ رہے بہ آب سے ہوا  
 دیکھ

بہل مرقا فیہ کہ تو تفرار رسم وہ ملحق نہ کہ جسے روبرو اب شعور ہو اور کھنڈا  
 دیکھ

نہ کیوں کہ چشم کو میری کمرے اب اشک تر کھنڈا ایک وہ آ کر رہ گیا چاہے ہے خوب کھنڈا  
 صبا شبنم کو رونے سے زیادہ دیر امت مرت جا رہے ہیں بلبل کا ہے تو تر کھنڈا  
 نگو کس شعلہ رونے تیرے نام کے ہر سے ہر جلا آتا ہے دم بھرا ہو جو نام کھنڈا  
 ۲۰۰

## از شاہ قلی

خونِ دلِ بے گھر میں جب مگر گدلی ہو گیا نہ پھر تو وہ مالِ سفید کرتے گدلی ہو گیا ۔  
 برسِ دہن سے جو چٹکائوں شہیدِ ناز کا نہ خوب لہرا داسِ محشر گدلی ہو گیا ۔  
 ہم میں دیکھی گدلی تو نے کسی چشمِ ست : ساقیا بیشوی کیوں بھر کر گدلی ہو گیا ۔  
 ہمیں لو کے گلِ عارض کے جسمِ خون سے راتِ بانی جھڑکروٹ او دھڑکڑ گدلی ہو گیا ۔  
 ہو چکی گری گدلی باوٹہ گدلیوں سے بھرنا اب تو جاڑا اسے پری پیکر گدلی ہو گیا ۔  
 وہ گدلی آنکھ جیادائی وقتِ سیکسھی نہ پھر تو میرے حق میں ہر سحر گدلی ہو گیا ۔  
 ن کا دھڑکے کیا جو اوس گدلی پوشی نے نہ صاف رنگ کا نہ محضر گدلی ہو گیا ۔  
 ہر شہر و شہر و شہر کی شوجی ہر شہر : زنگِ بد باغیں کٹ کر گدلی ہو گیا ۔

## دیگر

وہ اوس زلف کے کوچے میں گر جانا بھی ہو ورنہ بہت مت ٹھہرنا شب و اں سے پھر نہ بھی ہو گیا ۔  
 بلِ برفوں سے کیونکر چشم میں ہم ذوں نہ بھراویں : جو شیشہ ہو مائے سہی تو پیمانہ بھی ہو گیا ۔  
 رہا چٹائوں پر ابیں بسترِ غم پر یہ کہ کہ نہ خداوند کبھی اوس کا یہاں آتا بھی ہو گیا ۔  
 فقرِ اوس سے جدا ہو یہ نہیں ہے ممکن ای یارو ! جہاں ہوگی وہ شمعِ بزمِ پروانگی ہو گیا ۔

## دستِ تقدیر

دہریہ اور لہجہ تھا کہ یہ کہہ رہا تھا کہ اب اس کے ساتھ جو ہو جائے  
 چشمِ بلی دیکھ جبکہ اس کی ہیرت شکنی نہ ہو کہ اس کی ہیرت سے یہاں سے نیچ  
 حلیہ آتے نظر گروہ میں بھی ہے یہ لوی دکانی دیتے ہیں کہ تمہاری بیچ  
 یان تلک مگر انور میں نے کی ہے تمہیں نہ ہیں علیہ دکانیوں کے کانٹے یہ سب کچھ دیکھ کر  
 آپ کا جوہی سے جانا لے لیتا یہ کفر ہے میرا جوہی تھا ان کے کو داد کی بیچ  
 دیگر

قل صبر جو مل تو نے اٹھا کر بیٹھا میں نے جانا دل صد بارہ کو دہریہ  
 اوس شکر نے مجھے شکر مے جو کر دیا تو کہیں پاؤں نہیں ہتھ کریں سر ہو  
 چھوڑا تھا نہ مجھ کو تو عجب حال کیا نہ پھٹکے پر نوچ کے اور توڑ کے شہر ہو  
 کیا ہوں کیسے وہ لہوائے سے بیٹے بیٹے میں نے شب کو میں جو اپنے کوئی لکھ  
 فرماتے یہ میرے وہ جو بہت محبت یا تو بہت قتل سے اور ہاتھ سے فجر پھینکا  
 دل کو بن جائے وہ چہ نہیں آئینا اسے ظفر چل کے اسے یہ کہے تو گھر چھوڑ آ

Q. e. chand

از شاہ غفر

میں تری چشم کا عاشق ہوں تیری کویری پوسٹہ نرس و شاخِ گلِ بادام نہ بھیج  
 مہر کہیو کہ مشتاق لقا ہوں شیرا نہ تجھ کو دل سے تو مل نکال دو پیغام نہ بھیج  
 ہر دم میں کتنوں کے منہ لال انہی کو فدا کیا پان غیروں کو میرے آگے گلِ اندام نہ بھیج  
 کہیو تا صد کہ لعلجائے کسیر یہ رازِ خیر مکتوب تو لکھ لکھ کے مر نام نہ بھیج  
 کلفِ آبرو اپنی جو تھپے ہے منظور یہ قاصداں شک کو بھانپوں ذرا کھم نہ بھیج

دیکھ

بے لعل لعل کے ساقی کلفِ انہیں پر ڈال پشیمانی نے تھمتے کئے اور جامِ انہیں پر ڈال  
 غمِ کامنہ ہے کیا تبسم نہ لکھ سیرِ پگمٹن میں گروہ شوخ گلِ اندامِ انہیں پر ڈال  
 ندان کی تاب دیکھ کر ہرے ٹوٹے گل نہ وہ وجہیں جو شب کو لبِ جامِ انہیں پر ڈال  
 تنہا غمِ دل نہ فتنہ ہدایت ہی باغ میں پیر کچھ دیا صبا نے جو پیغامِ انہیں پر ڈال  
 میرا اب آج تیغ سے سو کر بزمِ گل نہ ہر یاب زخمِ عاشقِ نامِ انہیں پر ڈال  
 انہیں کے وقتِ فکیر نہ بھلی بھلی کیا بھولنے پر میرے گروہِ دلِ نامِ انہیں پر ڈال  
 عیادتِ یاد دہی اوکھ کو کس کلف نہ دکھ یہ کہیو جو سن کے ہر نامِ انہیں پر ڈال

Per Chander

از شاہ تفر

چھپا تو نے ہے نس کا کوڑا کاغذ کاغذ نہ دھرتوں نے جو پٹ کی ڈال میں کاغذ  
کسی کو لکھتے تھے خط وہ پٹ پر بیٹھے یہ مجھے جو دیکھا اچھا یہ نور میں کاغذ  
جسے ہے جو در مضمون سوز دل پر نور ہے کچھ پو پڑے اب جھڑپا  
اگر ہے قیس کو منظور شہر شہروں : تو لکھ کر انہوں سے مرید جھڑپا  
صلی علیہ وسلم سے تامل جو غیموں : حسن ہے کچھ پو پڑے اب جھڑپا  
الہی خیر ہو کچھ اکیلا ہے واں تامل : قبول ہے کچھ پو پڑے اب جھڑپا  
رسی جو خط و کتابت کی پھر اولا : ظفر بہت سیہ ہوئے کچھ پو پڑے اب جھڑپا  
دیکھ

جسے سمجھا تو کھٹکاشب کو دروازے پٹا لانا : عجب جانے وہ مر کو کسے در پر تر پٹکا لانا  
میں میں شمع جہل کے سے سم نے لٹی ہو سے : نہ بد صاحب و معین آنکھوں میں تر کھٹکی لٹکا لانا  
نہ کر دیا کشتوں سے ساقیا اتنی تک طرف : وہاں شیشہ سے اور مجھے درکار مٹکا لانا  
ظفر دل بلیا کچھ کو ملی میں کوا پر کوشش کی : نہ دکر اب تک تو وہ فرشتہ علی بھٹکا لانا

Chander



## از شاہ غفر و ہوی

آنکھیں تری نشے میں رہا ہوں بیہباب سرخ : جیسے شراب سرخ میں ہووے جب سرخ  
 وہ نیچے ہے زیرِ لیسو کمر پر چناب سرخ : نہ یا شام کو شفق سے ہوا آفتاب سرخ  
 یوں تھ سوتا کمر نے بھلا دیا جگر : ہو جیسے عین کے تیغ کے رو پر تباب سرخ  
 ظاہر ہے یوں گلوں سے تر یکہ پانی : جوں شیشہ بلور میں تھیلے شراب سرخ  
 رنگت ہے جولاہ اس سب نازک کی حمد کو نہ دیکھا نہ تم نے : ایسے رنگ کا کلاب سرخ  
 سب غضب کیا ہے کہ غصے سے اظہار : ہے آج یوں جو رو کر تیرا پرتاب سرخ

دیگر

خواب میں پہنچے تھے جس کو چہ میں ہنسی : پھر نہ بولے کے رستے کو نہ پایا تم نے بیدار نہ چہ  
 سہل ناؤں نہ قرارِ محبت تو نہ ہو : چھوٹا ہوا یہ مشکل اس کا نہ قرار اسے چہ  
 دل تجھے دینا کہا تو قول سے تم لب پیر : تو بھی دل لیکو نہ اپنی عہد داری سے چہ  
 سر پہ اول تو اوٹھایا تم نے اپنے بارِ عشق : اوٹھ سکا لیکن نہ سر پہی اگ لڑاں باری سے چہ  
 کمر ہر زعم جگر کو یہ تھلا ہے کہ لوں : نہ اوس لب شمشیر کے بو سے مزہ داری سے چہ  
 نہ اوٹھانے میں اوٹھائے اوس کے لاکھوں ہستم : تو بکی ہم نے غفر اس کا نہ بیداری سے چہ

وہ

ل  
ل  
ل

یونہی کہ لڑائی و کشتہ رہے ہر ایک کہ نہیں پہنچنے پر پانچ سو باروں کا تبارک کہ نہیں  
جان و دل تاب و تلوں۔ خوش و فرد و عبور و فریب پہنچے اور بھی کچھ ہے تیس در کد کہ نہیں  
بھائی کی میں جو کل کوٹ گیا دراون کا کہ اسکو میرے ہونے کیلئے وہ بار کس  
جام و مینا و تہو کہ ہے خبر جاہلیگی نہ تیا نہ سے نہیں کہنے کے منور کہ نہیں  
اسے منکر و ال ہوئے لفرح سے منظر پیش آج اس طرح کا دیکھ رہے فرح کہ نہیں

دیگر

مجھے تو وقت سخن شوق تہ خوشی لہذا با اوست نہ شہم کو سے نہ کہے کوئی  
جس میں آنکھ کیلئے کھڑی ہے یوں نہ کہ اس کے کسی شوق لادرو کی  
وہ پہچان ہو کیا ایک ساغر سے سے بلکہ ٹوٹے جہان سو شہنشاہ کی  
جہاں میں پائیے کیونکہ وہ لوہہ مقصود ہے جسے تہ سے شہنشاہ کی  
لحاظ ہے یہ فرق تیری دوستی کا ہمیں یہ تیری جو بر جہاں کہ ہے ہم کو  
تسمیہ خبر قاتل مجھے نہ شہر کی نہ جو وقت فوج کرے تو ہرے کوئی  
منگانی دیکھتا ہوں وہ کی نہ نہ فہر و سے ہے اسکو نہشت رو کی

از شاہ ظفر دہلوی

بھا جو خونِ گلِ عشق میں شہرب کے مول : بگڑ میں بختِ جگر بگڑے لبِ بکری کے  
عرق کا قطرہ ترسے رخ سے اکھٹاں روئے جو بانہ آئے تو یوں نشیہ ملا بکری کے  
ہوا کے ٹھوسے پہ وہ شہسوار کیا ہے آج : نہ کہ ماہِ نو کو گیتِ ہنس رہا بکری کے مول  
عجب ہے شہرِ محبت کا جو ہر مے بازار : نہ بکری ہے انگ کا قطرہ در خوش آبِ شہرِ مول  
ظفر وہ نہ مے کتا بی سہ : محفِ عشاق : نہ کسی کتا ب کا لیا آئے اس کا لکھ بکری کے مول

غزل : دیگہ حضرت تقیہ امیر تاجوی

دیکھ کر کرتی گھٹیں سبز و صافی آپ کی : دھان کے بھی لیت نے اب تانہا تری پس  
مگر تو کیا ہیں دلِ فرشتہ کا بھی کافر چھین پکڑ کر خفد و کھلے پھر اُٹلیا چھپائی آپ کی  
اُپر سے دو سو برس کے مرقہ پہاں میں جا : جس کے لہ پر دو گھڑی ہو مہرانی آپ کی  
آبِ دیکھ کتنی کی ہم سے بھی تو کمر دیکھو دریا : ہاں جھل ہم بھی جا میں پہیوانی آپ کی  
دیکھو کہ ماویہاںِ سلامتی سے رکھو : نہ وہ نہ کو سبھی ہمیں یہ سرور دانی آپ کی  
ایک شب آجانی جاں لہو میں بر سرِ سجائیے : حالِ ہر بندے کے گوی ہونانی آپ کی  
کیا میں گنتی ہے پیاری جب وہ اتنی نے نظیر : ہے میانِ کچھ اندونِ ماہرانی آپ کی

Or see see

از شہ قفر دہوی

بدن کا صبر و بردباری نہ ہو تو ہم نہ وہاں ہو سکتے ہیں یہی عیش کا موسم  
 ہر گز گل نہیں ہوتی شگفتگی دل کو نہ نہ طرح کا اب رہا ہے اسے صبر موسم  
 گھٹا نظر کو نہیں جانے پلا ساقی نہ ہوا ہے اور یہ ہر سات کا ہے کیا موسم  
 جو انہ سرخ پہ چہرے کے رنگ زرد ہوا ہوا ہے عشق میں کیا ہے ایکسا موسم  
 بدل کے قافیہ لکھ دے غزل میں شغف نہ جہاں غم بھلا کا موسم ہے سدا موسم

دیگر

یہ کہ ہے اسے صبا اول سے کہ یاں آئے ہو کیا ہو چمن میں بھی ہم ملک سیر فرماؤ ہوا  
 بچے دور سے کہ لڑی میں دل نازک نہ گھرائے نہ ذرا پروان کے پر عوں کو اٹھواؤ ہوا  
 نسیم اس یاد سے کہ تم بیٹے ہو کیا لڑی میں ہلاتا میں ذرا شہزادہ تم کو ہوا  
 کیا برسہ طلب جسم تو وہ چھوٹا ہے یہ بولے نہ ہمیں کو تو تم یاں سے جاؤ ہوا  
 یہ ہے مقام لڑی بے حجابانہ ذرا بیٹو نہ تباہے کھول دو بند اب نہ شرماء ہوا  
 جو اوسکے گال کو چھوڑا تو گالی دیکھ یوں بولا یہ پولیس اسے قفرت گایاں کو ہوا

Per Chana

DATE 14 / 11 / 2017

از شاہ ظفر دہلوی

لو سب جو کیا منہ سے بھڑانہ چٹاق سے نہ تھے چپ حیات سے بول اور ٹھٹھے مٹیاں سے  
بچتا ہے کب ڈسا تم اوس مار زلف کا نہ تیرا یق بھی اگر کوئی لادو سے تم راق سے  
اب کیا اوٹھائیں خاک کہ سب چور ہو گیا نہ نشینہ مرا جو دل کا اوس ابرو نے عاقی سے  
نیر اناق شعر ظفر جانتا ہے کہوں نہ اوستا و ذوقی تھرتے واقف مرزق سے  
دیگر

شیوے برس ہیں چرخ ہری نے پکڑے نہ ہم بھاگیں کیونکہ پاؤں زمیں نے پکڑے  
لیتا دس فوٹ زلف کی میں راست کو نہ پہرہ راق میرے ماہ صہب نے پکڑے  
دستے میں پتے چتے سب سے ہزار ہا نہ ناحق جان ہزار دین نے پکڑے  
جین کہاں مگر تری امید وصل نہیں نہ دو روز اور تیرے ہنسی نے پکڑے  
ہر دل میں جا کے نہ ہونا اور نہ لیتا

وہ تو ٹھکانے بغض نے اپنی نے پکڑے

Q. e. e. a. n. d.

21st August of 1924

لکھائے سرخند ایک عالم جاری تم سے تمہاری تم سے پہنچی جنت نہ ہو گئی کم جانیں تم سے تمہاری تم سے  
 دم آئی آنکھیں میں ہے ہمارا بجا و بوی یہ غم خوار ہوا نہ ہے ملاقات اور انکم ہمارا تم سے غم  
 ہزار باتیں ہر بابا و سے لقیں نہ آیا ہی نہ آئے کہ نہ جیتے کہ کوئی حکم ہمارا تم سے تمہاری تم سے  
 غم و اطمینان ہی رہتے شامل تم اؤ تم دونوں حضرت علی راستے کوئی لب کھایت دل ہمارا تم سے تمہاری تم سے  
 تفریہ کہہ دیتے آج اوں سے نہ ہم کو ہی ہر دو دیکھتے تھے نہ ہری نہ جیو نہ حکم ہمارا تم سے تمہاری تم سے

دیگر

خواہ کہ انصاف ظالم خواہ کہ مرید و تو نہ تیرے جو فریاد دی تیرا کوئی نہ سنی تو نے فریاد تو  
 دم بدم بھرتے ہیں تم تیری ہوا افواہی کا دم کہ نہ نہ بد خوئیوں کے کہنے سے ہمیں ہر جا کہ تو  
 کیا جرم کیا گناہ کہ تقصیر کیا میری فطانت بن گیا جو طرح حق میں نہ رہے جلد و تو  
 قیہ سے تیری کہاں جا مینگے ہم بے نال و ہر کہ کیوں قفس میں گھنٹہ ستر ہے میں مینا و  
 دل سے دل نوارہ ہے تو جس طرح ہم تجھے نہ یاد کرتے ہیں کہ یوں ہی ہمیں بھی یاد تو  
 نہ دو فرم ایک عالم کو کیا روکے تفرہ نہ ہر سبب کیا ہے یہ ہے رنجیدہ و ناتوا

Prachan

Prachan

از شاہ تغر و دیوی

نیکوں ہر قدم بچشموں میں میزیں چمک لگائی ہیں ریشنی چھڑائی اک پل سی جس سے ابر بندھائی  
ہر روز کچھ کوسے پر نہ حیران ہوں بیدھڑک کر نہ توبالا ابھی ہو جاگیتی خلقت ہر شان کی  
جنونی صد آفرین اور در صابری رمانت کو نہ اوڑائیں درمچیاں تو نے سارے جیب و اسکاں کا  
اسکا بکاشت سے پس شب کو ترے لہریں پس آجائے تر و سر جو چو کی رات رات ریتی ہے وہاں کی  
یہ اوکا کو منع کر دینا کہ وہ روکے سنی نہ ہو کہ نہ اوکا لہری ٹھیر ٹھیری اکسین ٹھیر ٹھیر تو کہاں  
نظر گداب دیا ہے سخن کا تو خفا و غصہ یہ بدل این مرا خوش ہو لہریت سرخندانی

دیگر

ہم دعا کی تم کو جو سنی باتیں ہمارا جلب سے آہ الٹی پا کھینکے میرے صاحب تمہاری ہم سے کسا لڑائی  
جو ہے چہرے وہاں کہ ستر تیرہ خنوں کا روز خوش ہے تمہارے رخ سے جو اڑنے کے شب کو سہا سے زلف سیاہ الٹی  
نکرتو کچھ دلی ہی آپ ہر روز آج چاہے ماویں گھما لیس اپنی قسمت پہنچو نہ شاد و نہ خواہ سیدھی ہر خواہ لڑائی  
کلی کر اس پر ہر رات سے شاہزادوں سے ہمیشہ ہر کھنودہ منزل تک وہ ہو پکا چلبے جو کوئی راہ لڑائی  
تمہارے دشمن عالم کو جس قدر ہے تمہارے دلوں کے سر بزمی وہ ہر روز لڑائی کے ہیں کوہ لڑائی

Phan Chan

ہنسی اسے سمجھ جاتا ہے دم آہستہ آہستہ ہارواں ہے فارواں ہے عدم آہستہ آہستہ  
 کوئی صلیب سے جاتا ہے اترتے ہوئے آگے نہ گھٹتا ہے رہتا ہے آہستہ آہستہ  
 نیکو خاک کو ہر جاگہ میری ہو سکے کو چھ سے بڑا جانا لیم یعنی آہستہ آہستہ  
 جواب دیا وہ دہشتے ہی کہ لعل جاتا ہے طلب ہے لکھنے کاں میں تھے ہم آہستہ آہستہ  
 وہ دیکھ کاں میں ہنسی آتا ہے یہ ہر روز آتا تھا عداوت کی دیکھتے آہستہ آہستہ  
 ہنسی دہشتے کا کافی دل میں خوں کا ایک بھی قطرہ نہ بہا دیں ظفر یہ ہم آہستہ آہستہ

دیگر

لکھ دیا ترے کوچے میں غم ٹھوکتے ہیں کوئی ملتے ہیں وہاں کے انہیں غم ٹھوکتے  
 متع دریاں کوئی کے رنرو کے غم کو نہ وہ نہ اک روز تیرے سر کی قسم ٹھوکتے  
 اپنے ہوتے ترے گھر آگئے انہی راگز ہم کہہ دیتے ہیں اداں کو اس کا دم ٹھوکتے  
 تو پھر اتنا ہی رہتا ہے جو ٹھوکتے وہ لے یا ہاں بہت کہنے سے تیرے اس کا دم ٹھوکتے  
 بد تو ٹوٹتے نہیں پھرتے ہیں ظفر لیکن ہاں کوئی لکھ دیا جو ہم سے تو غم ٹھوکتے

Q r e n c h a n d



موسو طرح - شاخِ طوبی چاہیے میرے نشین کے لئے

از جناب منشی عبدالحق صاحب اختصار تجرانی دہلاہور

جب اجازت دے نہ چلیں گے غرضی کے لئے یہ فکر کچھ سہم کیا کریں اسے نشین کے لئے  
کچھ تعلق تو ہے مجھ سے وہ تم ہی کا کسی نہ تم نہیں یہ رنگ بھی کچھ میرے دشمن کے لئے  
بہول سارے کے لئے احباب چمکے بغصے نہ گئے کمانے ہی کمانے میرے دہسے دہسے  
یہ بونک دیکھ لو میرے کافی ہیں سوز و مدد نہ برق کیوں بتیاب ہے میرے نشین کے لئے  
فتح کرتے وقت جانے لیا اور سہ یا خیال نہ خیر تامل نے بوسے میری سروں کے لئے  
یہ نفس کیا ہے؟ انہی سیاہ کاکڑیوں کے لئے تم اجازت دو جو مجھ کو آہ و شہیوں کے لئے  
پکھنے آئے وہ سہروردی سے مجھ کو بار بار نو دیکھ لے میں نے مزے بیمار بنائے  
اس زمانے میں میں نہیں اختصار زار قدرے سنیں نہ مفت کی محنت اور ٹھٹھاتے ہو تم انہی کے لئے  
از جناب سید اہل حق حسین صاحب اہل حق ٹکینوی

راز ہے یہ رازوں میں کچھ سمجھتے ہیں اسے نہ لطف جو چین نے میرے تو نے چلیں کے لئے  
وہیں آئیں مجھ سے کیا اہل حق وہ اہل حق سے نہ وہ نفس کوئی نہ نہیں تیرے دشمن کے لئے

دعا ہے

زانم اللہ جناب مولوی سریتہ منسوق حسین صاحب شہر پوری دہلی حبیب  
 دوسرے پہرے، اچھے کچھ ملش کرے گا کیا لکھتے ہیں؟ وصل و من کے لئے  
 بد تو کیا نہ ہو اور کچھ دشمن کے لئے۔ جا رہی تریں ہماری جگہ دامن کے لئے  
 ایسے ہی اور روز ملتے ہیں رہنے کیلئے بدلتی ہیں جگہیاں میرے نہیں کے لئے  
 تیسرے میدان میں مجھ کو رہ کر رہنے لگا نہ کہ یہ میرے نفس سے کھل کر ملش کے لئے  
 کعبہ و بتخانہ دونوں جلوہ گاہِ یار ہیں نہ ایک مسلمان کیلئے نہ ایک کافر کے لئے  
 متق میں قسمت کا لکھن تو بہت دشوار ہے نہ نہ تو لکھتے ہیں اس فرائد و شہدوں کے لئے  
 تم اوٹھا لکھو جانی کیلئے یہ شوقیوں نے ہے ابھی مجھ پر حیا رہا ہے مجھ پر کرے  
 دیکھنے والے تو یوں بھی دیکھ لیتے ہیں تمہیں۔ چاہیے اب ایک پردہ اور چھپنے کے لئے  
 درود اوٹھا ہمارا ہم ابر ہیٹے رہے۔ جب وہ لوگے بزم میں غلطی و گنہگار کے لئے  
 دل جہاں چوکی برباد کرنا ٹوٹا نہ دل ملی ہی بات ہے اس شمع پر نہیں لے  
 اس تو معجزہ پر نہ مل جائیگا عمارت نہ کوئی نہ دانہ دانہ کراہیوں جمع فرمیں نہ  
 وہ گراں جانی سے اظہر بلیک طوق جس نہ تھا جو تار محبت میری گردن نہ لے

—————

## از جناب منشی عبدالغفار صاحب حیرت

کوئے جان میں جگہ مل جاتے مدفن کے لئے یہ سحر میں یہ خوب ہے آسائشیں تن کے لئے  
جاسی بیجا و میر سی کعبہ و زائر چھوڑ کر نہ اب جگہ خالی حرم میں سے برہمن کے لئے  
بہر طاعت کیا ضرورت ہے کہ ہوں دیر و مرم نہ ہر زمیں ہے کعبہ کہ شیخ و برہمن کے لئے  
جگہ پر اسراختیاق قتل میں بیساختہ نہ اوسے جب شمشیر کینچی مری اوروں کے لئے  
سر کینچی ہے نفس کی تالیوں کے غنایب مذکور مل میں ہے کیا بے ضیعی ہنس کے لئے  
شور کس حضرت حیرت سنی کعبہ دل لگی نہ تاہل بیت علم کی لازم ہے اس فن کے لئے

دیگر

## از جناب مولوی عبدالحمید صاحب حفیظ منطوری

نیچ نامی سے ڈر کر جان دیدوں میں چھوٹا ہے یعنی تم کو چھوڑ بیٹوں مل دستوں کے لئے  
اب لب بدم آٹھا پر وہ رکھنا جلون ہیں : دیر سے بیٹھے ہیں وید پھر توشن کے لئے  
منہ کر کے سے بنی جاتی ہے جان زار پر نہ اسے تنگ ہو اجازت آہ و تہیوں کے لئے  
شور کس علم پر طلعے سے سنی آتا حفیظ نہ قدرت کو ستا و کامل نہ تو اس فن کے لئے

Prepared

از غلاب منشی سیدہ خاتون صاحبہ منترہ دروآبادی

بغیاں منع نہ ہو تو سر پریشانی کے لئے یہ کچھ لوشا کر لے نہ جاؤں گا لاشیں دے  
مجھ کو محض میں نہ دیکھو تم زنگہ قہر سے نہ رہے دو تیغ زمر اور دو شمشیر دے  
نزع میں طشتی کی جانب سے کب تکتا ہوں یہ دیکھ یہ ہے نہ مڑتا ہوں طشتی کے لئے  
آپ سی سیر حین سے مجھ کو حاصل لیا تو انہ لیلیٰ سے بھول چیکر آپ تر میں دے  
یہ دافنی ہر فیکر کا شش آج سے یہاں نہ جمع سے دے کا مجھ کو ہے کس لئے  
لوئے غیر اتنی ہے ان میں سو گتہ کر دیکھو تو م نہ وہ۔ چھپے بھولتے میرے من دے  
ایک دن ہو گا کہ وہ مجھے جوئی کو کھلی ہم نہ اب تو ہم آنسو بہاتے ہیں لاشیں دے  
بسج تو یہ ہے شو لکنا یک بیک آتا ہیں بے سزا کر عمر سے دے کا رکات دے  
از غلاب دروآ مقصود بیگ و حیدر شہر گیلینوی

شیخ کا کعبہ ہے تیغ نہ برہمن کے لئے یہ لوئے جا ماں چاہے عاشق دے مکمل دے  
میں اوس گل کا ہوں جس کا باغ ہے رنگ و رسم نہ شاخ طویل چاہے میرے لاشیں دے  
دیکھ کے محبتوں بیابان میں یہ ہے تنہا حال اب چھوڑ دینا فانی کچھ میرے دامن  
دیکھئے یہاں نوازی و شست و شست کی شہرہ فارے ہوئے ہمارے قریب و دامن

## از جناب حکیم افتخار علی صاحب فکر مدنی

آستان پروردگار کے لئے : ہم نے ناحق جان دیدی پار بنوں کے لئے  
 زنی اوسکی بڑھادی ہے مانی آپ کی : ہم دیکھتے ہیں اب مر دشمن کے لئے  
 کائنات آنکھوں میں رہے تو آئے آپریشیا : میری پس میں مناسب تیری عین کے لئے  
 اپنے بیگانے کی آنکھوں میں بھلے وہ گوریں : جو بھلائی کرتے ہیں دنیا میں دشمن کے لئے  
 زندگی اسے باغیاں اپنی یونہی کٹ جائیگی : کیوں ملک میں جینے والے دشمن کے لئے  
 لڑنے کے لئے نہ تھے وہ توڑے کائنات بڑھ کے خود بھولوں نے جوئے انوکھے دشمن کے لئے  
 نوچہ و لدر میں سب ہم کو دفنائیں لیکر : یہاں تک ہے جہد قتلوری میں دشمن کے لئے

دیکھ

## از جناب خلیل الرحمن صاحب فطرت برادر و شاعر مدد حضرت فکر مدنی

آپ ہیں کچھ آرزو جنت کے ملن کے لئے : اپنے کوچہ میں کج دی الو سے مدق کے لئے  
 ہر جگہ پر باغیاں کچھ دن رہا کیا : شمع اب باقی ہیں کولی شمع کے لئے  
 دلچسپ کے نیکی تدبیر سوچا رہے : شمع لیکر جا رہے قبرستان کے لئے  
 حق تعالیٰ کو صبر اور ہے اشیاء کیونکہ : چار تیکے لودھوئے بیکے لکھن کے لئے



از جناب حضرت پتخ صاحب میرزا بست حقار منیع مدد

تھا بھی ملن ہمارا تم نے ملن کے لئے نہ کیا ہیں اب چار تھے علیٰ شہین کے لئے  
بجلیاں تیار ہوتی ہیں جو ملن کے لئے نہ مل گئی لیا شاخ ہلی کو شہین کے لئے  
فصل مل باد صبا وقت سحر بہر بہار نہ کیوں نہ بھڑکے دل نفس میں یہ کلشن کے لئے  
ما انیدی بلیجی سرت ہرستی ہو جہاں نہ سوز میں وہ چاہیے عاشق کے ملن کے لئے  
شکر ریزی جان نثار خشنکی سوز و دلدادہ آفتیں لیا کیا ہیں یا رب شمع روشن کے لئے  
کچھ نہیں تو دل کے داغوں کا ہی حل دے سہی پھر دعاں بچھ چاہیے یا راز کلشن کے لئے  
مستان قدس کندھوں میں لکھو سراپا شاخ طوبی چاہیے یہ لکھن کے لئے  
دلف و ایروی محبت خوب کام آئی بلبل با طوق و خنجر سوئے تیار سروں کے لئے

از جناب ابو الیس الدتہ نائب میرٹھی

کہیں نہ آمادہ ہو ہیں آہ و شیون کے لئے نہ کوئی ہیں بجلیاں شاخ لکھن کے لئے  
آپ کیوں ہوتے ہیں ویر و ہزاریں جلوہ نہ لکھ تو سود بگسی لکھ و برہن کے لئے  
ایک ہم لہا اس تمنّا میں ہزاروں سر نہ لکھ لوگے لکھے سے بدل جائے ملن کے لئے  
فصلت نائب کدوان ہر کئی تو کئی لکھی نہ جوڑ رکھے تے جو مدد نکلے لکھن کے لئے

از جناب بابو دیوبند ال صاحب دیوبند الیس بی عظمیٰ اے سی علی الرحمہ

[illegible]

۶

جناب سید امیر حسین صاحب اقبہ گنیمتوی تلمیذ بشیر گنیمتوی

سجدہ کا عاشقان سنگِ در دل رہے : دیر و کعبہ جا نیلے شیخ و برہمن کے لئے  
اگر زمانہ متلائے اشتیاقِ دید ہے : دل نکیوں تڑپے مرا اوس کوئی نہ روئی کیلئے  
دی چشم تر دکھاتی ہے مزرعہ ہر لیل کا : منظر عالم عین فریب سے وہ کیا  
عمر بچی کے کوچے میں گزری اس آئینہ دار نے توڑی کسی جگہ بھی حیا و محرم



انجانب منشی ندام حسین صاحب

بن سہروردی وہ نیک سیر گلشن کے لئے پڑا رہا میں عاشق ہزاروں آئے دشمن کے لئے  
بل گلزار حبیب ہوں ابھی تک میں ۔ شاخ طوطی چاہیے میرے نشین کے لئے  
خیر ہے عہدِ فحاشی کے شر ہے بیزار کیوں نہ کیوں دیکھیں مانگتے ہو اب نہ لہیں کے لئے  
جان شادی ہے یہی ہوتے ہیں ایسے جان شادی جان پروا نہ دیکھیں شمع روشن کے لئے  
وہ عہد ہے بعد سوئے خدا کے اس سلام بن باغ طیبہ کی زمیں ہو میرے مدفن کے لئے  
انجانب پیر ملا کر شمس صاحب

بے حجاب نہ جاؤ سیر گلشن کے لئے پڑا رہا میں لاکھوں ہیں رہن روئے تو بن کیے  
آہ جب جامہ و ذوقِ تماشا ہے جن ۔ تب ہی مجھ کو اجازت سیر گلشن کے لئے  
بل گلزار حبیب ہوں میں قسا کیل شاخ طوطی چاہیے میرے نشین کے لئے  
آہ کد بر کجاں شوق دیدہ ہے قہر ہی نہ مغرب ہوں قہر میں ہی لو کے دشمن کیے  
قہر پر چادر حیرت مجھ کو شبنم کی ٹوٹی ۔ او چلی بن کے آئی شمع مدفن کے لئے  
گلشنِ عالم میں ہوں وہ بل بلے خانوں ۔ شاخ اک ملتی ہیں مجھ کو نشین کے لئے

Prasa

از جناب مولوی غلام حسین صاحب عباس مبارکپوری

جیسے کہ منظر ہے کہ طفل برہمن کیلئے نہ ہے نہ جہاں رشتہ زندہ گردن کیلئے نہ ہے  
ہم میں خاک گردن جہاں برق نے نہ چارتنگے میں کے ادے قہ نشین کیلئے نہ ہے  
میرے آتے ہی ہر گھٹا گل باغ میں چھلکا ہوا میں ہو بہو خیرات شاداب گلشن کیلئے نہ ہے  
جب ہم بفر کیا ہم نہیں میرا لائی ہو دوڑ کر فخر نے پورے میری گردن کیلئے نہ ہے  
بروہ دل کا میری وہ لون کے کسے نہ تیدیاں تار نفس بن جائیں چھیں کیلئے نہ ہے  
تسخیر و تیر مڑ گاہاں ہیں یہ دونوں ناک نہ ایک سینے کے لئے ہے ایک گردن کیلئے نہ ہے  
جس سدرہ ہے اسے عباس میرا صغیر نہ شافع مولیٰ جا ہے میرا نشین کیلئے نہ ہے  
از جناب فتنی ممتاز علی خاں صاحب ممتاز از شکر

کیا فرتی دل ہے حارِ ریش تین کے لئے نہ اسے بے خوب ہم سے یار بن کے لئے  
کیا شمع ہے ریح و غم نے ساری دیا چھوڑ کر نہ میرے سینہ میں گدھا پائی ہو سکھانے کے لئے  
از سر نو زندہ ہو جاؤں پس مدون اگر نہ تیرے کو چے میں جگہ سلجائے مدفن کے لئے  
آج غمخوئی میں گلوں میں حج ریح کھلی نہ طور ہیں نے بھی نہ یہ درخت شہیون کے لئے  
غیر کی فادہ ہوگا بیچو تو تم ممتاز سے نہ کہ بہانہ جا ہیے تم کو تو ان بن کے لئے

از جناب امیر العلام احسان اللہ حضرت مولانا محمد سیب سہارنپوری

اے گل نیک زینت اعجاز حق جو گلشن کے لئے ہے آج اون بتوں کو بھیج رہے ہیں گل گلشن کے لئے  
 مورد آفات ہے بلبس چمن تیرے سبب ہے بجلیاں سرتی ہیں گلشن میں نشیمن کے لئے  
 آئینہ شان لئے بیٹھے ہیں کرتے ہیں سنگار بہ صبح ستیاریاں ہیں ہر دم دشمن کے لئے  
 بے سپہر قاتل کے آگے اپنا سینہ کر دیا نہ وار ب تیغِ ستم کے تم نے تن تن کے لئے  
 بے عبدیں مرغِ چمن پر مہرباں تھے تو اگر نہ تیغِ گلبن پر اجازت دے نشیمن کے لئے  
 پر وہ پوٹھی تن لئے دن کو دھوپِ عدالت لٹکے یہ ہم نے صحرائیاں تجوینِ مسکن کے لئے  
 آئینہ دای ہے گلستاں میں ہمارے دل کشت ہے لہریاں ہیں بلبلیں تھکے نشیمن کے لئے  
 کچھ نہیں ہے حرفِ فوق امتیازیِ عمریت یہ ایک ہی محبوب ہے شیخ و مرہم کے لئے

از جناب منشی محمد میر اللہ صاحب نقارہ فیروز پوری

بہشتِ رونق ہوں اے میا گلشن کے لئے نہ چاہتے تھے لینے آیا ہوں نشیمن کے لئے  
 جان و دل و فو تو لے کر دے اندازِ ہر نہ نذر اب کیا لکوں قاتل تیری چٹوں کے لئے  
 جہلم دور نہ ہے گلشن میں پیوؤں کی ہمارے چاروں کے بعد ہیں کچھ خار و امن کے لئے  
 حسرتِ دیا تھی و تھنا آرزو آں امید ہے نذر کمرے لئے ہیں اوکھ چشمِ مجرمن کے لئے

انصاف باجو کو نہ دیل و نہ نشتر او نہی و نہیں

دل سے جاتے ہیں خود اس شوخ پیر فرما کے بٹے نہ مال ایک کھڑے لکے ہیں رہن کیلئے  
نہر سے بھی دیکھتے ہیں مگر کی بھی ہے لگان نہ ایک عاشق کے لئے ہے ایک کوئی کیلئے  
اس محبت کا ہر سو جو کرنا تھا کیا نہ جانے لئے اس <sup>عین</sup> اجنا و دشمن کیلئے  
کہہ طعش میں جوانی کو درے بٹے تھے ہم نہ اب جوانی آئی تو درے میں چین کیلئے  
پاس رسوائی سے وہ بیلوں پر کہ تھم رہے نہ قطر سے فصدوں کے تھوڑے ہیں کیلئے  
سب بھی چیز غلام کی سناک تیرے قسم ہیں نہ رہنے دے دو چار باقی برے دہلی  
نام ہی سے مگر ہی شب گیسو و نکی یاد ہے نہ ہو لے سامان پیدا میری اور مجھ سے لے  
ہم تو اوکو پہونک دیں اک آہ آتشدار نہ رخ لیکن کون دیکھے عین مانتی کیلئے  
تم بھی نشتر چھوڑ کر سب کو روکا نہ ہو موبہ جسکی رمت ایک سی ہے دوست دشمن کیلئے

متفرق انصاف

کلمہ ہنس آنسو بہا نیکو جوانی کا خیال نہ مصطفیٰ پیری میں کیوں رو تے ہو مجھ میں لیلئے  
آسمان سے عمری پر کیوں نہ چکیں مثل ہنر ہم نے وقف کر دی ناظر اس فن کے لئے  
اوس سے بڑھ کر دوست <sup>بہت</sup> دنیا میں نہیں باسط کون نہ دل سے کترا ہو عا واپے دشمن کیلئے

از حضرت نظیر الہدی

زور دے تو ہرگز مت مار اپنے من کو یہ تشریب تن مسکھوں ترسانہ اپنے تن کو  
جو نہ چین چلیں ہیں جل تو بھی اوسا جلن کچھ درخما ہے یہ مکنت رکھ یاد اس ممکن کو  
دل کی خوشی کی خاطر جیکھ ڈال مال دھن کو  
کر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو  
جانبہ میلہ وں میں سب درد غم بھلا کہ نہ جھکا گلہ بی سے کی پیا پی اولٹ بیٹ کر  
محبوب دیروں کے فوش ہو لیٹ لیٹ کر پی دودھا اور تابشے میوہ چٹائی چٹ کر  
دل کی خوشی کی خاطر جیکھ ڈال مال دھن کو  
کر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو  
لکھو اب کیا دوست کیا دشمنی دو کوئی نہ کر سال کا اندواست رکھ قبا رتھوتی  
لو لے جو نسیم بھرا مارا سکیرہ قربی نہ دودن بھی تو دوستوں میں بجا اپنی طولی  
دل کی خوشی کی خاطر جیکھ ڈال مال دھن کو  
کر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ لکن کو  
یہ نعمتیں ہیں جتنی جو کچھ ملے سو لگا جا ۔ شمس اور بادے ہیں اک بار گلبغا جا

[illegible]

[illegible]





از حضرت نظیر الابرار ہادی

نہ شوخ پری زاد کے بووں میں مزا ہے نہ سنے نازنین چری یوں کے کھٹکھٹوں میں مزا ہے  
 اوکڑوں نہ صفا بھیک کے ریلوں میں مزا ہے نہ آواز ملک میں نہ کھٹکھٹوں میں مزا ہے

لہٰذا میں نے پیڑوں میں نہ اوٹوں میں نہ رہا ہے

جو مرد مجبور کے معھو لوں میں ملا ہے

ہے آت کی گرمی میں جو اذہن کو بھرا رہا ہے کہتے ہیں اسی واسطے اس کام کو سہوارک  
سومیش کے بیتے میں منہ نہ لگاؤ کہیں نہ لذت جو ہے اس کام کی کیا لذت میں نہ لگاؤ

لڑو میں نہ پیڑوں میں پہ لولوں میں نہ رہے

جو مردِ مجروح کے مٹھنوں میں مزا ہے

ہم جو عوام پاکستان تو رہیں گے اور یہاں رہیں گے تو کسی کو شک نہیں ہے کہ

اور جو نئی صورتیں میں نکلتی ہیں ان کے لیے اپنے چترکاروں میں سے ایک

لڑائی نہ پیڑوں میں نہ لڑائیوں میں نہ لڑتے

۳۔ مرد مجروح کے ٹکڑوں میں مزاحمت

گرم ہوتی نہ عالم میں ذرہ لئے راہ ہا تو عابد و زاہد کا نہ ہو کاسی ہی نہ راہ

مجلس شورای اسلامی



مطلع

مطلع

دیکھئے جو ریح و لم واللہ جیسے جاگئے نہ ہر ہمتوں کی چاہ میں دل کو ڈھکیے جائیگے

نسخ خود

مطلع ثانی

اے ملازم ساتھ جائیگے نہ چھپے جائیگے نہ شاہ جائیں یا لہ۔ یاں سے ایسے جائیگے  
 ہم ہر دیکھئے میرے مرجوم تخت دل پہ ہنسنے دیکھئے دریا پہ میلے جائیگے  
 دلیہ کا مونگ جھن پر ہمارا اور ہم یہ ہاتھ سے طام ترے پا جڑی بیٹے جائیگے  
 رخصت تھی غم اور روز جی ہے بے مزہ نہ دیکھئے کس دن یہ دن کڑوے کیسے جائیگے  
 دن بازی سے باز آئیگے تیرے عشق باز نہ جب تک ہے جان اپنی جاں پہ کیسے جائیگے  
 ظفر ہم سے نہ جائیگے جو عیبتوں کے بھان ہوں گے ساتھ اپنے پہ چھپے جائیگے

پہنچ میں

خز تو

میں کہتے

میں

دیکھئے

دیکھئے

غزل داغ

رہے جو دشمن ہو اچھے کسی کا نہ صوفی کا فرم کیا نہ اچھے کسی کا نہ دعا گار تو تم بھی اپنی زبان سے  
 چور اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا  
 یا اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا  
 حال عینے شاہ کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا  
 یا اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا  
 یا اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا نہ اچھے کسی کا

صحبہ دور

رکھتے تھے

غزل

حسیوں کا ہر ایک عالم میں گمراہ ہوئی جاتا ہے ، اور میں تو دیکھ لیتا ہوں کہ شاید ہر ایک  
 محبت میں شریک ہے کہ پیدا ہو ہی جاتا ہے ، تو اپنے سے میرے اہل بیت کو صد ہوں ہی تو  
 ہیں یعنی یہ شوخی کبھی طفلی میں کہ تو کی جوانی اتنی آرزو میں دانا ہو ہی جاتا ہے  
 ہیں کچھ ماں پر غور و غور دیکھو اپنی صورت کو ، ہر ایک میں دیتا ہے تو مشہور ہو جاتا ہے  
 انہی میں میرا کجکرت دل کی کیا ہی عادت ہے ، کچھ بے نیلے سے دروید ہو ہی جاتا ہے  
 ہیں سانس ریت ، جو سے کا وہ طالب میں سر دیکھ دیکھیں اوں کا بھی میرا لفظ صد ہوں ہی جاتا ہے  
 کہ میں یہ لکھا ہوا ہے خاک کب ہوگی اُم سے یہ چلو جانا ، دوں میں یہ کہ ایسا ہر ہی جاتا ہے  
 کبھی ہے درو کو اور کبھی جیل کا منہ لکھا ، درو کو ہر ایک کا ہمان ہو ہی جاتا ہے

غزل

کہیں وہ خاک بار دیکھ پائے اپنی آنکھوں نے تو سہری جبکہ اوس کو اگاتے اپنی آنکھوں سے  
 نیرے چار فوٹ کا فاصلہ آنکھوں میں دم آیا ، مناسب تھا کہ رو کر دیکھ جانا اپنی آنکھوں سے  
 ہمیں دھونے نہیں دیتا تصور تیری آنکھوں کا ، گو مر نہ دوں تو عالم کو ڈبانے اپنی آنکھوں سے  
 بدلتا تو اُس طرح کو قسم ہے نیرے قدموں کی پناہ کوئی آتا ہے بیروں سے ہم آتے اپنی آنکھوں سے  
 ہمیں نرس کی کلاستہ غیر کے ہاتھوں سے کیوں بھیجا ، اگر آنکھیں دکھانی تھیں دکھاتے اپنی آنکھوں سے  
 تری اس شوخی جیسی ہے ، کیوں تو جو کچھ ہووے کہ تم انسان کو وحشت نہ تے اپنی آنکھوں سے

# غزل افضل

زائر اک بت سے ہم آنکھیں طح طح کاغذ اب دیکھا :

جھٹٹیں جمعیں اور ٹٹے صدے ستم سے اضطراب دیکھا

ابیں غمزہ میں ناز کی بس تمہیں بولیں انتخاب دیکھا :

منہ را بچیں نہں کا دیا رکھا غضب منہ را شہب دیکھا

بہ ہوا ہی یہ حید سازی بہ سینہ زوئی یہ دلخراشی :

ہر اک ارادے میں ہم نے طام بجھی کو بکس مایاب دیکھا

تیرے نظروں میں بس رہے ہیں وہ گھر بھر کے بھی تو ٹھکے ہیں :

جو نیسے دل کے بڑے ترے عین لوہیں اس خانہ خراب دیکھیں

ہم نے مانا کہ وصل کی شب روٹھے ہیں پردے تمام لیکن :

متہرے رہا بے حجابیوں میں بھی اک طرح کی حجاب دیکھا

میں ادب پر چہ آہ و ناکہ کسی کے تن پر طعنے خاک صکرا :

ابہ واردن کو ترے پردے کے ہمیشہ خانہ خراب دیکھا

یہ آج حسن میں ہی یکت تو ہم بھی ہیں عاشقی میں کامی :

غرض نہ اپنا ظلم افضل نہ ہم نے اون کا جواب دیکھا

دل میں وحشت کا تقاضہ ہے بھل جانے و با ضبط کہتے ہیں جب تک اے گل جانے دو  
 حضرت دل نہ کرو قتل میں اتنی جلدی : بیرو ایترو ذرا قاتل کو سنبھل جانے دو  
 حسرت و پشیمانی و غمناک نہیں وحشت کی نعم : بیرو ایترو ڈرو بکے متنگدل کہ لعل جانے دو  
 وصال کی رات ہے رمان ہیں نالوں دلیں : جو عیسے دسے مری جاں لعل جانے دو  
 جب نہ تاشِ نفرت سے جگر جدا رہے : بے تامل کہا اوس شیخ نے گل جانے دو  
 اے انسی جو کہ توبہ کی جلدی یا ہے : حسرتیں دل کی مری جاں لعل جانے دو  
 یہ محبت کہے ہو دل سے میرے سودا کی ہو : اس کو بہت ہے وحشت کا اصل جانے دو

## غزل حضرت نعیم

شب و صبح لوٹنے دو جس کسی کا : جو بھاگ بھاگ پکڑے کچھ دامن کسی کا  
 پہچانے یہ رنگ و روغن کسی کا : سا فرستے دو دن کا جو بن کسی کا  
 یہ ساتھ جو کچھ لیا میرے دل نے : کرسیوں و دشمن سے دشمن کسی کا  
 فلا شام ہووے تو ہم رنگ رہیں : اندھیرے میں لوٹنے جو بن کسی کا  
 کہو توبہ و انوں سے اب توبہ تو رہیں : او ابر نے پہ آیا ہے جو بن کسی کا  
 نعیم ایسے جانا باز دکھوں ہی ہونگے  
 اولاہ نے تو دے کر جو بن کسی کا

غزل حضرت داغ دہلوی

بہارِ روزِ حشر بڑی امتحان کی : پیرِ مہاں نے غلہ میں جا کر دوکان کی  
بہر میں پار آہ تھی اک لوجواں کی : پیری کسی طرح نہ جلیں آسمان کی  
باصد بھی اوسکو دیکھ کے حیران ہو گیا : بوجھی زمین کی تو کہی آسمان کی  
اس کو گلہ نہیں تیرے پیدا دو جور کیا : لیونکر زبان بند ہو سار سچمان کی  
رکاوٹ کر لگاتے ہیں نروں کے ساتھ بھر : کچھ گئی ہے اونکو سو سن امتحان کی  
ریفِ غیر کے جو میں نے دیا جواب : اس بات پر خفا میں کہ ہم سے زبان کی  
جاننا ہوں جھوٹ سکر اوسکو کیا کروں : لگاتی ہیں پیار سے قسم میری جان کی  
تو کی رقیب پہ مجھ کو مل جواب : گو گوئی سے تو نے لیوں میری خواب بیان کی  
بیک بنا بنا کے ہوں ماجر اگل : فریاد نہیں ہیں روزِ نئی داستان کی  
یا بھر بھی دل کے دینے میں اس داغ : عذر ہو کر وہ قسم دلائے تھیں اپنی جان کی  
شعری اشار

بے سبب دئے مہر و فائے تم نے پاس سے سیکے ہیں یہ اندازِ جفا کے تم نے  
آؤ گے تو کیا موت بھی آئیگی نہیں : راستے روک دئے ہو گئے فضا کے تم نے  
سوؤں نے جسے کاٹ بھی بنایا نہیں : ناگ پائے ہیں میری جان بلکہ کے تم نے  
ان جہن کی لہجے جھان دانیہ دیکھ : حریف تیرے کا عذر ہو کر وہ قسم دلائے تھیں اپنی جان کی







رہا دے اس مباد اہلی فصل بہاری ہے یہ قفس میں کب تک ترپوں نہایت بہتری ہے

مجموعہ

رہا دے اس مباد اہلی فصل بہاری ہے

نستیم

جہاں بیکو ہے نہ تو کیا جانے سارے عاشق چنگ کن سکے ہیں دیکھے دیدار

نستیم

ہمارے دروہی دار سے افروغوں ماریاں

نستیم

دانت سے ادرک سے اور بھٹا بھٹا دے ایسے بوطعے ہیں کہ کون باندھ سکتا ہے

نستیم

جوانی ہو جی رشتہ نہ بڑھا ہے کی کیا ہی ہے

پتیم یہ ست جائیو نہ تم کچھ بڑے ہوئے ہیں جیسے بڑی لکڑی سگڑے ہیں دلی رین

نستیم

کے لیے دن تو روتے رات کو اختر شمار ہے

نستیم

کڑی جھڑک اور وہ جل کر راکھ : میں پاپن تو ایسی جلی کو کدھئی نہ راکھ

نستیم

جگر تو جل چکا پیار سے گلاب تن کی واری ہے

نستیم

نما میں نکاس دس جو پاک پیالہ چائے : پیہ در دیکھائے پیچے لہجہ کھائے

نستیم

جمال یار سے کب ہم کو یہ آنکھیں پیار ہی

نستیم

سنا دواں چلے کہ سونا کرے دیسی : سونا نہ مند نہ بیوہ نہ دریا ہو گئے لیا

نستیم

تری امید نے پیار سے غضب آفت اتارا ہے

نستیم

Qasim Chaudhary

گمان

ہائے رے مجھے دردِ بگڑنے ستایا

بڑھاپا ہے۔ دل آرا ہے۔ کوئی چارہ نہیں ہے خدا۔ ہائے رے مجھے دردِ بگڑنے ستایا

عماں میں آہیں و یادیں شیون میں، انوں میں

سناؤں دردِ دل طافِ آگِ بوسنے والوں میں

کتابِ سخن ہوا کیم کروٹیں ہر سوبہ لیتے ہیں

جو صلِ دوست چھ یہ پہنوں پہنوں بدلے میں

یا بیدار دل کا دوتا دم۔ پورا عیاں مددِ سخت جلدِ دم۔

سانس دیکھتے تری بسمل میں جو آتے جاتے

اور جبراً دیا جہدِ رنے جاتے جاتے

ہائے ظالم نے رجم نہ کیا۔ رے مجھے دردِ بگڑنے ستایا

مجھے بندہ و جاں سے ستار کی انگلیاں۔ گنگاں میں ندی کاں میں باں

میں تو تھیں تو گئی پیار کی انگلیاں۔ مور و رزی نے انگلیاں بٹائی۔ مجھے دردِ بگڑنے کی عمارت

جان نہ گداؤ۔ ہار کے لدو۔ مجھے کالے کتا رست کی انگلیاں

اچھے بیکان ہاں ری بھولی۔ میں تو پہنوں گئی رستم کی جولی

ہیں میں اچھے ہو مصالحے، اوسبہ کھتی، نرسائی انگلیاں۔ مجھے دردِ بگڑنے سے ستار کی انگلیاں

دل بگڑا

تم کہاں

دل بگڑا

محبوب

میں نہ

جہ نہیں

کسی نہیں

موسیٰ

مغل حیر

خاشا

آنر وہ

اکبر مر

روئے

سانور جانی بھر دلا دے ۔ سانور جانی

51

نہ کچھ دیکھ نہ کہہ بھلاہ ۔ موری ہائی عمر کا کو دنگ لگے ۔ لیتو رہی ۔ سانور جانی

او جہاں سرتو آ جا بس نہ کہیے

عم آج بزم شیشی کیوں نہیں دوا لیتے

فرستے حکم تو لے میں تیرا کیا ہے

جوئے ۔ پیا اگر ظلم ماروا کیلئے

وفا سے بڑھکے رزے ہم نے کیوں جہاں کیلئے

مجھے راہ عدم دکھائے کیوڑی ۔ سانور جانی بھر دے ۔ موری

دیگر

واری جاؤں رے سانوریا تو پہ وارا رے ۔ تن میں دھن سب تو پرواروں

سرور در سب تو پہ شماروں ۔ کہتے کہ قاتل نیکہ شجر مارا رے واری جاؤں

دیگر

ہاں جاں مارو پہ لائی گئی اڑے کالی ۔ یہ انکھیاں متواں

نازک نازک کمر پہ لچے جیسے پھولیں کل ڈالی ۔

جون والی چھب نرالی ۔ سو رو عمر ہائی کہ انکھیاں متواں

ہر تھکانا سہاگنا ۔ ہر تھکانا گہ ۔ نیو مکتا مورا جانا یاروں چلیے

گناہ پتھر چنہ راؤ لی

بھول جانی یلو - بھول جانی یلو - بھول جانی یلو - دو بھول جانی یلو

ہوں میں بھول چھپی - گزرتی کوئی آئیں - گھر سے سہانے یلو - بھول جانی یلو

نہ ہوں نہیں چھپی بھولوں سے ہوں میں رنگیں - چہا ہے نامی دارو - بھول جانی یلو

لو بھول دیر - دارو - ہمت نہ رہی دارو - جھٹ پٹ لگا لو پیسہ - بھول جانی یلو

دیگر دلفروش

دلِ ناداں کو ہم سمجھائے جائیگے - ہجر میں جن کے جان صلی ہے

وہ ہیں ستم بوائے جائیگے - دلِ ناداں کو

سمت بہتر سے زیادہ ہے ترا دلِ قاتل

چھٹی آسمان نہ جاننا آری مشکلِ قاتل

دو فربہ رستم پینہ دو جاہلِ قاتل

نہ کیا فرح کیا چھوڑے سہلِ قاتل

ہیں زخمِ بکارت کیا قاتلِ قاتل - کسی زخمِ صبر کے یہ جگر کے دکھائے جائیگے

دلِ ناداں کو ہم سمجھائے جائیگے

Green Channel

(بھون) مزاد تے ہیں کیا یا میرے بال گونگروا

کیوں نہیں مجھ سے آنکھیں میرے دل و گھر کے بد

ہم تو جان ہیں تجھ سے دیرتے رنج و الم بد نہیں لیتے تیرے کوئی کیا کہہ سکتے

تو ستم نہ کر دیا ہے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

تجھ سے دوسرے ہم پیارے نہ جان سے برتنے شوا سے اب ہیں ہمیں تیرے

آنکھیں توجہ دلائے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

تجھ کو یہ کیوں نہ دے ہارِ وقت کہاں روٹھاؤں بہنوت کہ سب سر جادوں

ابنے ہفتوں ہی گذارے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

جوئی بنا بھوت رہا گھر گویں نے رکھ دیا بد نہیں بنا تیرا یا

نہ جھڑھو نہ ہو ایسے سارے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

تجھ کو ایسا نہ کرنا دمِ الفت کا نہ تھا پھرنا یہ ہے دل لے بعد کسرا

میرے ہوئے ہمارے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

دوسرے کوہِ دشت وہی ہیں طاقت وہی نہ مورتی میں ہیں بن کر میرا میں

دیکھ شجرِ غزل سارے یہ کیوں ہیں مجھ سے آنکھیں پھر

عشق

یار و

موجود

نہی

مہر و

وہ

نہی

عاشق

یہ زنجیر ہمارے قسمت کو وصل یار ہوتا ہے اگر اور جیتے رہتے ہیں انتظار ہوتا  
ہی ناگاہ سے جانا کہ نہ صاف ہے عہد بودا ہے کبھی تو تو نہ سنت گرا سوار ہوتا  
دلی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرے نکمے کو نہ یہ فلسفہ کہاں سے ہوتا جو بکھر کرے یار ہوتا  
مہاں کی دوستی ہے کہ بھنے ہیں سوخت ناصح ہے کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی ٹمکسار ہوتا  
وہ کس سے ہیں کہ کیا ہے شبِ غم بریں بل ہے نہ بچے کیا برا ٹھانرا اگر کیا ہے بار ہوتا  
بے مرے ہم جو سو ہوئے تو حق نہ غرق دیا نہ کبھی جنازہ اوٹھتا نہ ہیں مزار ہوتا  
مسائل تھوٹے یہ تیرا بیان غالب ہے نہ سچھے ہم ولی سمجھتے کو نہ بادہ خوار ہوتا

### نزل و اعان

جب اپنا حال ہوتا جو وصل یار ہوتا نہ کبھی جان صدقہ ہوتی کبھی دل نشا ہوتا  
مئی فتنہ تاقیات نہ پھر شکار ہوتا نہ تیرے دل پہ کاش ظالم سب کے اختیار ہوتا  
نقدی طرح میں جان کوئی کھوئے وگدھ کرتا نہ تہیں منصفی سے کہہ دو نہیں اعتبار ہوتا  
دور و دل نہیں ہے کہ سو چارہ ساز کوئی نہ اگر ایک بار ٹٹتا تو ہزار بار ہوتا  
یہ وعدہ پہنچا بھی اور میرے نہ اگر اسانی نہ نہ گی کہا نہیں اعتبار ہوتا  
مجھے مانتے ہیں ایسا کہ عدول بھی کرتے ہا وہ یار کعبہ بننا جو در مزار ہوتا  
نہ مزہ مجھے دشمن میں نہ ہے حلقہ دہنی میں نہ کوئی عید غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

پی

پیک

درا

لوٹی بند کے اٹھا لیا کوئی رکھے ۔ بوٹی بندے

بڑے سویرے جو کوئی چپانے کوئی لہی ڈھپے ۔ اوڑت جڑ پایا و پچھائے مرے سڑک کی اینٹ

سویرے بھر چھینکی

دوسرے سویرے کوئی چھانے ورنے لیے مالا ۔ تو اکھڑا ایچ کے دھروے پڑ دھیان

سویرے بھر چھینکی

تیسرے سویرے کوئی چھانے جوڑ بھا دوں کی کیچ ۔ گھر کے جائے مرے اور آپ لہنے کے پت

سویرے بھر چھینکی

چوتھے سویرے کوئی چھانے پتہ آپ ہی آپ نہ بے حورو بے سویرے بھر چھینکی کا بار

سویرے بھر چھینکی

داغ حسرت

دیوانہ ہوں شہباز ہوں طلبگار ہوں تیرا ذرا ہے جانی جہاں طالب دیدار ہوں تیر  
جاؤں میں کہانی اب تری ڈھیروں کے نکلے نہ رہنے دے مجھے میں تو گرفتار ہوں تیرا  
دیکھا ہے فقدا تجھ کو محبت کی نظر سے نہ مگر جرم ہے تو یہ ہے میں گنہگار ہوں تیرا

Q & A Channel



## غزل حضرت مولانا

میں جی جاؤں ازل سے آپ آجائیں اگر پہلے یا یہ پیغامِ زبانِ خط سے کہنا کہ مہر پہلے

برہمن ستم میں صبح تک ہم نے دعا مانگی : اپنی آج نکلے ماہِ تابانی سے قمر پہلے

دوسرے کے سہم لے گا میں میں نہیں کہ جتنے : دراز نصف تو کیجی اٹھالے کسے شرم پہلے

رہے او بیدار تو تجھ کو دل دینا بہنِ لازم : نہ کوئی پیدا تو کس لیے ہمارا سا جگر پہلے

بہر کار ہے اللہ کی اسے فکر میں صرف : نہ ہنرمندوں سے بوجھے جاتے ہیں وہ بکھر پہلے

## غزل آقا

اگر کسی کہاں کار و زرا اہی تو شغلِ شرب میں نہیں نہ خدا کی یاد آئے سطح سے تونکے قہر و عذاب ہیں

اگر کا شغلِ شرب ہے بغل میں یا ہونج ماسیکو : میں جاگتا ہوں کہ سورباہوں خیال میں ہوں کہ دُعا ہیں

پیرا سوخت کچھ کو داغ میں ہے موقع یہ گفتگو مانا سورج جانا ہے اگر شرابی میں حاضر اویں رکاب میں ہوں

میں غازی بھی شرابی بھی ہوں رہا اور کبھی ہوں زاہر : خدا کا ڈر ہے تو لگا لگا کج طے کے عذاب میں ہوں

امت آپ کا خوف ہے کیا نرد و او فکر ہے کیا آقا : جب کیا کوئی کہ میرے کیا بتا دے میں کس حساب میں ہوں

## مثنوی اشار

محبت دیکھتے ایک دوسرے کو چوم لیتا ہے - ہوں پر جب پیارا نام آتا ہے محکم

مٹھ تو تب تھا کہ سونے وہ نہ پاتے اسے ضبط : آہ ہوتی شبِ بہراں بھی نہ لاہوتا

مجلس تصنیف مجلس عدم مصطفی موسیٰ نود و هیای نوی 51

بسمل بھی نہ مزاجاً میرے دل سے برابر : بسمل بسمل ہو سکتی ہری مشعل کے برابر  
 اس طرح نہ پاتا ہے گھوڑوں سے برابر : ہے کہ جو بسمل کوئی بسمل کے برابر  
 دینے نہ توں نہ کہ مجھے غمیر یہ نسبت : حق جو سنی سکتا کسی لعل کے برابر  
 نہیں بجا احاک ہے نفسِ حزین کی : جو گردِ اوٹوں جاتی ہے محفل کے برابر  
 کیا جسے دم وصل شب وصل و کثرت : کیا ڈوبی ہے کشتی ہری ساحل کے برابر  
 خوبن جہاں آج غم نے حسن کے آگے : کیا پھلکیے تار سے مد کامل سے برابر  
 بچتا و گئے بعد دل کے لئے حضرت میری : نہ پہنوں مجاہد اور نہ دل کے برابر

فيل عبد الطيف صاحب مشوق

دکھادے صورتِ زیبا بلکہ جانِ سن لہرے : کوہِ جانِ دیہ گئے زلِ کر جائیے دے  
کیا سیادے لبسِ کجے کن کن اداؤں سے : بگدے ناز سے مزا گاہ سے اور ابرو کی تھجرت  
سرخچل اوہوں نے پاں لہایا غیر سے لیکر : نہ کیوں بھرا شکِ خونِ بریس ہمارے دیدہ و مرت  
نہ اتوجہ ہے اسے ساقی جی یونہی سمجھ میں : اور تو شغلِ ساعز ہو اودھو ابر کرم برک  
تجف ہی بتوں کی لنگ لٹے کیا خدا جانے : بڑا بیٹھا ہوں اپنا سینہ ڈھل ایک بھر سے  
رقیبِ یوسیا دافنے تو ہر دم ساتھ رہتا ہے : جھک کر نہ کہہ کرے بس التماسِ وصلِ دہر سے  
سنا ماہرِ رشکِ ہم اگر ہو غمِ ز صورتِ محمد : از حدِ حیا نہیں اس شوقِ اپنے جسمِ مرغ سے

غزل ہوں نامعدہ الہی کے شکستہ منہ

نہیں

یہ محفل میں نہ رہا ہے نہ کیونکہ بیکہلی میری نہ کہ وہ سننے نہیں ہیں داستانِ حسرت بھی میری

نہ تھا  
تجھ کو

یونگی ملاقا توں سے باز آؤ کہ نہ نو نہ یہ کہنا تھا میرا وہ کہے نہ سنا مت آگئی میری

بکھار

اؤں کیا بچا ہوں، بھر میں کس طرح مر رہا نہ مناسب مقام نہ کہ دیکھتے حالت کبھی میری

بجو

ہا آگیش کی فراغت میں یہ یوں ارشاد کرتے ہیں کہ دھبے سو زیوروں کا ایک زبور سا گول میری

زباں شہدائے عشق سے آتش بیاہر نہیں نہ زبانِ شمع محفل کیا سرگئی ہم سہری میری

بکھار

شاہد کھتا ہوں ان میں بھی انوارِ قدس کا نہ نہیں جو وہ اسے زاد ہوئے دنگی میری

کیفیت

ربا میں آنا پائے موجِ مینتی مجھ کو نہ کہ نہ مانہ نہ جواب اس مجھ میں ہے رنگی میری

میں

ہلِ غم کو نہ کہ چشمِ تر کے سبز کھتا ہوں یہ گلستاں جہاں میں دیکھتے دریا دی میری

روں

بعضی محبت اہلِ حق ہے کچھ جو کتا ہو گا نہ ہیں تو شمس کیا درد و برا لیا مار میں میری

غزل

بنا

تڑپتے ہم نہیں اس واسطے مانا جس کے نہ مبادا دل میں رہ جائے کوئی امن قاتل کے

یہ کیا

نم بکجو یہ فصلِ گل میں میادوں نے گل کے نہ جلدے برا و جاڑے آشیانہ سارے عنادل کے

بہی

پھر تادشت میں جہاں ہوتا تیس دیوانہ نہ جو میں تھا نہ کہ بھی مٹی بھی برجہ سے گل کے

ہوش

آج آ کر آجے پہو میں جو سو جائے ہی پیکر نہ نعلِ صائیں ہمارے رونکے امان سب دل کے

۱۲۴۵

## غزل در جواب سرور در ازاجب محترم

وہ بھی میں کہتے ہیں ۔ وہ چہرہ پہ بدل ہے نہ کس کے عشق میں تم نے حریف ہونے کا  
 مہار کی شہزادیوں نے ہاتھیں تیغ بھائی ہے ، ادا ہے جو دہریاں مہار نے سے نرالی ہے  
 ہزاروں حسرت و ارمان لڑکے غمغیرہ کے نہ ہمارے ، لکھ کوئی حسرت بعد تیسے نکال ہے  
 میں ہے مغل غبار سے فرست اگر تم کو نہ یہی کہہ دو قسم ہم نے یہاں آئی لی نکال ہے  
 وہ ہے یہی کہیں انسانی وعدہ سے لیشیاں کو نہ کروں یونکہ وہاں ہے ابھی مہندی نکالی ہے  
 مگر نازک کا ہر دم فرو تیا ہے عاشق کو نہ بد نے ناگہاں کوئی تھہرے آئے ورنہ ہے  
 غمغیرہ سخی کوئی مانتا ہے عاشق کو نہ مگر ہن ہن بکھو ہے وہاں داؤد ہل ہے

## غزل حضرت موسیٰ دودیا نوی

عزائے نور ہو وہی کام چاہا نہ چھوڑ دے نہ آتش فرقت میں تو مجھ کو جلا نہ چھوڑ دے  
 آج جاہل م تو مہندی کا پہنا نہ چھوڑ دے نہ اپنی وقت میں میں اب خوں رو نہ چھوڑ دے  
 سولہ بیویں میرے تھلا نہ چھوڑ دے نہ میں نہ کہتا تھا کہ الفت کا بڑھا نہ چھوڑ دے  
 چھوڑ دے انکار کو بس اور جا ہے کمال نہ میں بس کہتا کہ تو سارا زمانہ چھوڑ دے  
 یہاں میں نہ رہتی تھی لی چمک نہ میرے رونے پر نہ ہو مگر مسکرا نہ چھوڑ دے  
 یہاں کا ڈرستم سپاہ کا چلچلی کا خوف نہ کیوں نہ میرے ہیں چھائے آتشیا نہ چھوڑ دے  
 وہاں نہ آتے تھے وہاں نہ رہتے تھے وہاں نہ آتے تھے وہاں نہ رہتے تھے وہاں نہ آتے تھے وہاں نہ رہتے تھے

از تہذیب و عفت عمر شیریں سخن کو ملی شکر بلبل گلزار سانی نکتہ رس و ماہر گلشن  
خوش بین سیتہ حسین علی شاہ صاحب مآثر لودیا نوی

بہارِ جنت

میکند

کیونکہ

میرا

کوئی

ماشت

سبب

تیرا

میکند

آہیک

یہ

میں تو اوس کا بزم سے نہ ہوا افغان لکھ نہ پرورد میرا بہت خرم و شاداں لکھ  
ہوئی وہ فطرت کہ دوستی میں حیرتِ حالیہ سب : انگ بھی دیدہ تر سے مرے گزریاں لکھ

نقد و موہو بیگیا ایمان سے راہ تو بھی باز گرا دھوکے کوئی غارتگر ایمان لکھ  
صل میں کہتے ہیں وہ میرے گلے مل کر یہ سب شیدا ترے دل کا کوئی ارمان لکھ

لم سے اس کے افسانے کا فکھ خدا کے آگے نہ داد خواہ ششیں بند و کوسماں نقد  
رڈاں دل مضطر نے ہمارے ہم کو : کیاں سبھی غلے جیسے جان کا خوریاں لکھ

بجک زخم کبکھ کی کوئی ڈھونڈیں رسم : وہاں سے درم کی جگہ ایک ٹکڑاں لکھ  
رغم و رنج و فکر صدمہ و آں لم لب : کام تجھ سے نہ کچھ اے گردنِ دوراں لکھ

و کہ فرشب صحبت ہر کی نیکی انکس : دل مآثر کا : ارمان میری جاں لکھ  
یہ بکھرے بال کیوں سر سے ہی صورت ہے کیوں غم کی : غم و دشنو کو کیا چڑی تھی ہرے عالم کی

زنا میں ہی آت ہے ملک بچو و غم بچو : قسم لینو ہمیں عادت ہے زلف تو درم کی  
مکھات کس سے کہیجے ہائے کیا اور نہانہ : ہر وہی باہار جب ہم نے محبت آپ کے کم کی  
میلے گانے میں سے کوئی ہم مرنا جائیگے : نہ امان شکر ہے ہیں محبت آپ سے کم کی

نہ جانے ہمیں بھی رام تا ہے غریبوں پر : ایسی ردن بھی تو مہبت میں سنی کوئی دم کی  
یاں جاتے تھے تھم تھم کر جو ایسی حکاں : نہ اس کے تھم تھم کر نہ نہ داتا گداگر

مٹی نہیں ہر رخ و سلم سے وہاں مجھے : مدح حق ہوا سب سے بد و دریاں مجھے  
 اتنی شب فراق میں کیوں چکیاں مجھے : بات یہ وہ یاد کرتے ہوں دل میں وہاں مجھے  
 انکا کہ میں نے ہوسہ رکھیکے عوض میاویں : نہ نیر بہا کئے دینے لگے گا لیاں مجھے  
 ہر دہلیز میں قیام : سزا تھا میں کبھی : ہر فکر و یاد گار نے لکھا یہاں مجھے  
 میں ایک خاندان سے لگا ہوا ہوں : کیوں خاک میں مودتا ہے اسے آسمان مجھے  
 علم و ہنر کے اپنے میں روشن روشنی بکھری : دکھا ہے مفلسی نے میری پرہیزاں مجھے  
 اسانخیز و انکا سر پہ : لوں آہ کب تک : نہ آتی ہیں بڑے کیوں وہاں مجھے  
 جو دوستی کا بھرتے تھے دم پرست : بار دوست : اب وہ نظر بھی آئے نہیں میراں مجھے  
 قسمت تو بگڑی تھی زمانہ بلی بھر گیا : دیکھوں ابھی دکھا ہے لگا کیا آسمان مجھے  
 پیشینہ ہر جو دکھا ہے پیش آگیا وہی : اسے فکر و نگار : کریم جاں مجھے  
 خادم ہوں اہل بیت کا : یاد دل مایہ ہوں : کافی ہے یہ وسوسہ ہر دو جہاں مجھے

موت کے امید زلیبت نہ تھی رنج و ہر

لکھا ہے وہ اہل توکل نے یاں مجھے

Pran Chandra

# مزل حضرت موسیٰ کو دیا تو

ہونہ رہا ہم یہ وہ ماہ لقا ہوتا ہے یہ منقصل شکستے خورشید سما ہوتا ہے  
 مندرجہ دیکھ کے مجھ کو وہ عہد و عہد بولے یہ دلکا ہونا بھی حقیقت میں ہر ہوتا ہے  
 بحث حیراں ہوئے رسوا ہوئے ہر بار ہوئے یہ دیکھئے عشقِ بناں میں ابھی کیا ہوتا ہے  
 وہ منکر پہ محبت تجھ کو طے ہے ایدیاں نہ خوبرو کون ہے جو اہل وفا ہوتا ہے  
 یہ یہ حبیبِ چھپ کے رہو اور قیہو سے مولا مجھ یہ یہ علم نہیں ہوتا تو کیا ہوتا ہے  
 یہ ویران لیا عقل لگی ہوشیں کیا یہ دل کا آ جا بھی اب قبرِ خدا ہوتا ہے  
 سہل بھی ہے شب جانیہ کیم ہاں اب یہ لکھتے دستِ تمنا تجھے کیا ہوتا ہے  
 یہ اب ہے دیری نہیں تعمیر کوئی یہ پھر تو کسو اسلے اے یارِ وفا ہوتا ہے  
 ہر دم دستِ جفا سے مروتِ اکس کو یہ دلِ بشر کا مری جاںِ عمرشِ خدا ہوتا ہے  
 یہ میں ہے جو استغذ کا اے اسی موسیٰ یہ نجر عشقِ مرا خوب ہر ہوتا ہے  
 ہم کا نور دیکھ ہے فدا کے فدا کے مزل ہوا ہے داغِ دلِ روشن چراغِ نور کے بے  
 وہ یکہ تر جس جہاں آراؤ محترم یہ خدا سے گونا گئیے تجھی کو حور کے بے  
 ما الحق نے عوض بجزنا المحبوب جہاں ہو یہ جردھائیں وار یہ مجھ کو اگر منظور کے بد  
 یہ مردن اگر یارِ مہر ہو تو نہ دینا یہ اپنی ہی خاک کو کے دلہا کا نور کے بد  
 یہ وہ ہے کہ جس نے یہ وہ ہے کہ جس نے یہ وہ ہے کہ جس نے یہ وہ ہے کہ جس نے

کسوں  
 کسی

مہربا

نہ

اگر

وہ

ہوا

دیوں

کو

تھ

دم

ص

جا

گھر پر توجہ کیا کرتا اور کھاتے اپنی آنکھوں سے نہ تو اس عالم کو دیکھتا نہ جانتے ہیں آنکھوں سے  
کبھی بوجھ نزل کر دیکھتے تم حرفِ ہجران کو تو دور دور سے یکسر مٹاتے اپنی آنکھوں سے  
ہیں وہ مشتاق میں پاتے غمِ تیرے انہی نے غم ہی ادا کر کے نکالے اور مٹاتے اپنی آنکھوں سے  
نہیں نام بھر کوئی بھی گھر نہ لے کر چلے طوفانِ کائنات میں گم ہو گیا مٹاتے اپنی آنکھوں سے  
تو میں بھی رعبت اور شفا کے لئے فوراً بہ اگر وہ حال میرا دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے  
کوئی قاصد عمارتِ خط ہمیں وقت میں آدینا نہ تو چہرہ سر پہ آنکھوں سے مٹاتے اپنی آنکھوں سے

عزیز جلیل

خوش ہے وہ جو ہمیں سچ و امان دیتے ہیں نہ شاد رکھتے، وہیں اللہ جو نعم دیتے ہیں  
 کیجئے دل جو طلب اس کے تو کہتا ہے وقتِ سخن نہ پھر نہ دینا میں اس شرط سے ہم دیتے ہیں  
 کہتے ہیں ساتھ ترس دم کے نکل جائیے نہ دل کے رماں بھی دیکھو مجھے دم دیتے ہیں  
 دکھ کے اس خنجرِ قاتل نہ کھلے پر حیا نہ تجھ کو کم ابرو سے قاتل کی قسم دیتے ہیں  
 فتحِ جہاد سے کہتی ہیں رگِیںِ رزون کی نہ کاٹ لے سکر و اجازت تھے ہم دیتے ہیں

عالمیں تو سوا غیر سے دیں ہم کو جہاں  
نشہ کو کچھ اسو، کا ہنس بوسے جو کہ دیتے ہیں



غزل جاں خلیفہ بخت بہادر صحت لودیا نوی

میرزا

جو بوسہ ہے تو میں ترسہ خیرا دو میں ہوں با لہجہ جاں مشتری گلیو میں باز دو میں ہوں

جو خاک افتادہ ہوں میں اور وہ خیر بخت نہ جفا کاروں میں ہی میں باز بدو دو میں ہوں

روا

روئے درد دی ہے جلوہ دیدار یار باز گس بیمار جلیاں نے میں بیماروں میں ہوں

بخت دلہا میں جرم مضرب ہوتا ہے دل کہتی ہے امید مت کہو اتر سے بار و میں ہوں

جوا

لبہ او ز طالب طالب کو ہے مطلوب سے نہیں دے نہیں ہوں بیک گلی جو ترسہ بار و میں ہوں

صبر بزیج غم سے روئے کہتا ہے یہ دل نہ زور دے نہ کیسی نہ کس تو گرفتاروں میں ہوں

تلا

تے اپنا لہجہ ہے اور دامن آل نبی یہ بلہ باری ہے اگر جہ میں سید کاروں میں ہوں

غزل از تھیف موئے لودیا نوی

ک

نہ برقعہ میں صنم منہ کو چھپانے جائیے نہ چاہئے والو کہہ کہو بھی دکھاتے جائیے

نہ صنم جائے تو ہونم محمد گوئیں لکھو کر نہ بھولے آگے بھول دے تو بتاتے جائیے

البہ دیار سے سے سے کھڑے ہی منتظر نہ روئے روشن سے ذرا برقعہ اوٹھاتے جائیے

بیا بوسہ تو پیرا نہ لے ہم وصل کی نہ بولے بڑھ بڑھ کر نہ اب باتیں بناتے جائیے

نہوایاں درد و فتنہ کی لہلہ ہے تمام بلب تلک نیٹا اور کب تک سناتے جائیے

بے شہروں سے موسیٰ بنی بہن بکرا بھی نہ جانتے جاتے اور کب فقہ سناتے جائیے

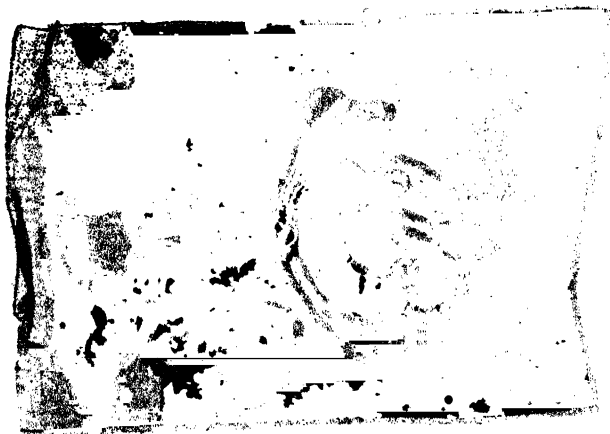
ک

تمام دیکھ کر نہ مٹا بد دعا قریب سے نہ آئی تھی اس تیرے چاہئے وہ سے غریب سے  
 دو نہیں ہو کر رہی ہیں میں غیب سے نہ وہی دل جو موقع ملے گا غیب سے  
 وہ دل کو عشق سے نہ دل غیب سے نہ نہ دل کو دل سے قریب سے  
 رہن مست دیکھتے ہی ہموں کے لئے جسے کون غیب سے غیب سے  
 اوکی لگاؤ نہ تو رہتی ہے دور دور نہ جگہ گھر سے دلی میں غریب سے  
 انداز کو رفتہ محشر نہ رہو نہ شوخی تو دیکھو ہے ہیں ایسے غریب سے  
 ہر ایک افسردہ دلوں کو چھپو تو نہ نہ نہیں نہ نہ سے صوفیوں حینا قریب سے  
 ہم دل حلوں کا کام نہیں مجھ اس کے کچھ نہ نہ نہ سے غیب سے  
 حاتی نے پیچ کہا ہے یہ ای جنت میں ہیں نہ پوچھو وطن کی قدر صاف غریب سے  
 فراق از غیب تجل صاف

# غزل ہو مٹی کو دیوانی

بابے عمر میں ہم لڑاؤ فریاد کرتے ہیں نہ ہمیں تم بھول بیٹے جو ہمیں ہم یاد کرتے ہیں  
 غلبہ ہے فوج کرتے ہیں نہ وہ لڑاؤ کرتے ہیں نہ بڑے ہم مرغِ بھول کی طرح فریاد کرتے ہیں  
 لہجہ اب دل میں دشمن کے سنائی ہے ستمگر نے نہ ہمیں برا بھلا کرتے ہیں اگلے آج یاد کرتے ہیں  
 ہمارے دین ایمان ان تباہ بندے ہو یاد آیا ہم ترسے دربار میں فریاد کرتے ہیں  
 ہمارے سامنے بوسے دیئے گئے گنگوڑی کے ہر ہر ستم کرتے ہیں وہ بے خود کرتے ہیں  
 بے اب دیکھو مگر ہر دوپٹہ تان لیتے ہیں یہ وہ عاشقِ برجائیں نت نئی ایجاد کرتے ہیں  
 وہ کو ساتھ لے مرو نہ تے ہیں میری تربیت کو نہ لپٹی مددِ دیووں مٹی میری براد کرتے ہیں  
 رانی کے گلے میں کسی جہنم پہنچا دے دیے نہ کہ ہر آنِ فتنے فریاد فریاد کرتے ہیں  
 تھکے ہوئے کا خاک کا گھینٹے ہیں صفوحِ دل پر یہ نصیبِ ادا ہم صنعت بہ یاد کرتے ہیں  
 ہی امید ہر دم کاٹتے ہیں بھگتی گھوڑیوں نے دلِ نانا کو موسیٰ وہ کرم کا کرتے ہیں  
 جد ہے او دلِ راحت طلب کیا تباہان ہو کر نہ رہیں کوئے جان بچے دیسی آسمان ہو کر  
 یا غیروں کو توں اسے ہوئے ہم لڑنے کے مارے نہ اصل ہی ہو دو ستو کی نصیب دشمنان ہو کر  
 رہا ہر دوش کا توں توں ہو رہا ہے نہ کہ ہر ایک کے جہنم لبِ دیتی ہے صدمہ فغاں ہو کر  
 فریاد رہا ہے بے خبر نہ کہ ہر ایک کے جہنم لبِ دیتی ہے صدمہ فغاں ہو کر

یہ بد ہوئے دیو بکے حق میں اک بے نام ہو: خدائی شان ہے اسی جس پر قمر خد نام ہو  
 یہ دلی سہرتی کہتی ہے اک تیر و پیکار سے: و ما د ارون می یوں آئے ہو جاؤ یو عاتق ہو  
 جنان سے ہر سر سے تم اگر کہا اللہ کی قدرت پہ لعلی تم: و مٹوئے حق سے اب ہم مے خفا تم ہو  
 یہ تم فطرت میں غمراہ ہو سو سے تھکے تو احوال یہاں تو سپر لڑی ہیں عیہ میں میں یہ نام ہو  
 طیف عافک میں اب ہم تو جبرید شیر ہو ما: ابقا نہ چاہے ہو نہ بد چاہے نہ نام ہو  
 یہ تم نے کیا سمجھ کر نام: اے چلے اتر رہا  
 اتر آئے کہاں سے: وہ عقیف ہو تو نام ہو



غزل جا خلیفہ محبت بہادر محبت محبت کو دیواری

وہ جو صدف ہے تو میں تیرے خرواروں میں ہوں نہ لفظ صاف سے مستری گلیوں میں بازاروں میں  
چوٹا افسانہ ہوں یہ اور وہ خیر صدف نہ وہ جفا کاروں میں ہیں میں ناز برداروں میں ہوں  
اروئی درد دہی ہے جلوہ دیدار یار نہ گرس بیا رجاں لے میں بیماروں میں ہوں  
وقت دلہا میں جب مغرب ہوتا ہے دل نہ کہتی ہے امید مت گھبرا کر سے یاروں میں ہوں  
لہ اور لہا لہا طالب کو ہے مطلوب سے نہیں وہ میں ہوں غریب ہو ترے باروں میں ہوں  
ہر بزمِ صبح صبح کے روئے ہوتا ہے ہر روز سے منگیں نہ کسانو سرفرازوں میں ہوں  
تہا ہاتھ ہے اور دین آگ بنی تہا ہاڑی ہے اس جہ میں سیاہ ماروں میں ہوں  
غزل رشتہ راہو میں ہے کس کس ان بان میں  
میں بہر آں غنچہ ہیکہ ہے نہ جو خار میں جن میں میں کی جان میں  
یہ کہیں ہے میں سرخی نے ترے لہجہ : یہ خون عاشقوں کے سب کچھ میں  
یہ عجیب تراب ہے مٹی میں ترسی نہا رہے جہاں کے صدف سے اس نیم صاف نہیں  
برباد ہو رہی ہے کھانوں کی کٹی : جھانکے ہوئے گون کے مکان میں  
میں سے کچھ بوجھ صدف جو لھلھ رہی ہے نہ کرتا ہے سرد آہیں نالے زبان میں  
چین بچہ خفت آئی ہے اب جوان : رنگت کھو رہی ہے چہن اوکان میں  
چہن تری غضب میں تری بھوس تم میں نہ دو نیچے بگاڑ دیا اور دو نساں میں  
چہن نہ ہوتا ہے

# غزل بیاب رقیہ گیم صاحبہ پردہ نشین رقیہ نو دنیاوی 60

کج گویا ہی بس ڈھونڈو نہ ملتی نغمہ ساز و حسن کا ٹھکانا صحرایا و کھنڈ  
 ہر دم سے اپنے رکھو نہ تجھے جان بھال نہ اے ستم ہم بھی تو ہیں آئے یہ مہمانوں میں  
 میں ہر اس خدمت ہے ستم ساقی اب بے چھکتی ہی رہے آج کے یہاں توں میں  
 جگائے جرت ہے یہ کبریاں جو یوں کی گئی ہیں ایسی کیا بھوک کی اعدائے ترے کا تو کھینچ  
 دور دورہ یہ نہیں ہو کھا آج غزل نہ مہر سار کی جگہ بھول کھٹکنا تو نہیں  
 کھوکھے سب ہوش و فرد تب تو ایہ مہر سار کی جگہ بھول کھٹکنا تو نہیں  
 کی صداوت ہے جس جگہ ستم نے کیا یہ شکلیاں ہیں گئے بعد ہی ہے شکندوں میں  
 مت لگا دل تو تو نظر میں ہی آرقی نہ ہوئے الفت ہی ہیں اب تو ہے افسانہ غم

## غزل ظہیر دہوی

دھرتی نظر اولج ادا کچھ اور کہتی ہے : اودھو کچھ سے مری بیماری دنا کچھ اور کہتی ہے  
 میں تسلیم کرتا ہوں جہاں میں تم نے نہ سوتا کلاں اس زلف رسا کچھ اور کہتی ہے  
 پریر ویاہ کے ترچھ سیکڑوں دیکھے زمانے میں دھرتی مادی ادا اودھو کچھ اور کہتی ہے  
 سوال و حل ہر حال میں وہ ادا کچھ کا : کہ دل کچھ اور کہتا ہے صبا کچھ اور کہتی ہے  
 خرافا کچھ ہے اس صبح میں واعظ اپنی توہین : یہ مادیوں کی جڑی کا ٹھکانہ کچھ اور کہتی ہے

جاکھی جاکھی عادت ترے انکاروں کی نہ جانے لگی یہ کجنت طلبکاروں کی

نسر تہی کچھ تو اٹھتی ہیں طلبکاروں کی نہ لگاؤں قائم رہے دائم ترے سونباروں کی

لوٹی باتوں میں نہ آؤ کچھ تو اعیانوں کی باسب دغا بار ہیں باتیں ہیں یہ عیاںوں کی

کچھ کے دل مجھ کے کبھی بات بوجھتی تم نے نہ لیا یہی باتیں ہو کرتا ہیں نگاروں کی

پردوں سے ہیں چلیں شوقی عیاں وار ادھر باتیں ہی دیکھوں تو روائی ترے تیروں کی

عدو وصل کیا ہے نہ کمون صاحب بنیاد دوتا ہوں ہم بکے قراروں کی

زوشوخی ہوا ہوا کولہ تبستم اسے جاں بدلے دشمن ہیں یہ بات ہے ایک عیاںوں کی

نفس کی نہ ہے ہم روتا کیا ہے نہ کھڑے اڑ گئی ترے کہہ دل افکاروں کی

ہوں گزرتے ہو نکال ہے خجڑ کیا نہ کیا خطا بیڑی ہے کہیے تو سزاواروں کی

ریشہ گر گئے اسے جاں نہ دامت بیسی نہ موت یوں ہی تھی مکھی ہجر کے بیماریوں کی

بے منتہی دشمن بھی تو قاتل ہیں نہ آئینے نہ دیباہی تم نے دغا اپنے وفا داروں کی

میر کا شوق ہوا ہے ہمدم سے ہمدم میرا دسی میرا گلی میں ہے فریادوں کی

تو بڑا دل نالاکس دل کی بدست ہمدم نہ سننی بڑا ہی سرور باتیں ہی اعیانوں کی

شیریں کی کھنٹی ہے رگت باری ہمدم ہوئی کس طرحے بخشش ہے نہ نگاروں کی

گریبان جاگ کھڑا کر کے نئے دامن کے پیچھے میں ہاتھ ڈالوں یا تو اب محتاج ہراس کہہ سکتے ہیں  
 دامن سے کہ کہہ دو اور چلن کے پیچھے میں پہلی بس پہلے دے واؤتی ایسے کے پیچھے میں  
 وہی ہم غم مجھ ڈانڈا تک ہم گریبان کے دوسری ہم میں کہ کہہ کر کے نئے دامن کے پیچھے میں  
 جو آج صابنی دل میں اوٹھ کے سیر ہو کر لے جائے تو سنگار در ہر اکو بت ہر فن کے پیچھے میں  
 سی مالیدہ کہ کیوں میں سے پوچھے گئے تھیں میں وہ مجھ سے منہ چھوڑے سے سب سے تو نے کیا میں  
 دما پری صابنی کو میں کہہ ڈاؤں ہے شہ نظر کیے سے وہ دامن کے پیچھے میں  
 غضب ہے جوئی چھوڑے کھنڈ چکن ڈانا یہ عالم ہے کہ گویا گریبان وہ تمہیں لے بیٹھے ہیں  
 عدو تو فرما دیا کہ فصل سے حکومت میں یہ یہاں پہنچانے والے میری جھوٹ کے پیچھے ہیں  
 وٹھانے سے یہ حق اوٹھتے ہیں یہ باہر آیا ہے نہ در دولت یہ ہون کے آج سابل کے پیچھے ہیں





دلہن ہی نہ کہہ گا دلہن کی کہ وہ لقاہ میں ہے

جو اس کے نام نہ کہے وہی کہہ سکتا ہے

یہ میں ہوں کہہ جا لہو کہہ کوئی سی نے نہ لیا ہے

یہ نہ کہہ جو کہی میں صد کسی میں نہ کہہ جا سکتا ہے

کوئی مجھ پہ جوں جوں کہے کہیں کوئی کہیہ نہ کہہ جا سکتا ہے

کوئی مجھ پہ کہہ جا کہہ کہوں کہ میں کہیہ نہ کہہ جا سکتا ہے

نہ تو میں کسی کا بیب ہوں نہ ہی میں کسی کا رقیب ہوں

جو جہرہ لیا وہ غیب ہوں جو زہرہ لیا وہ دیا ہوں

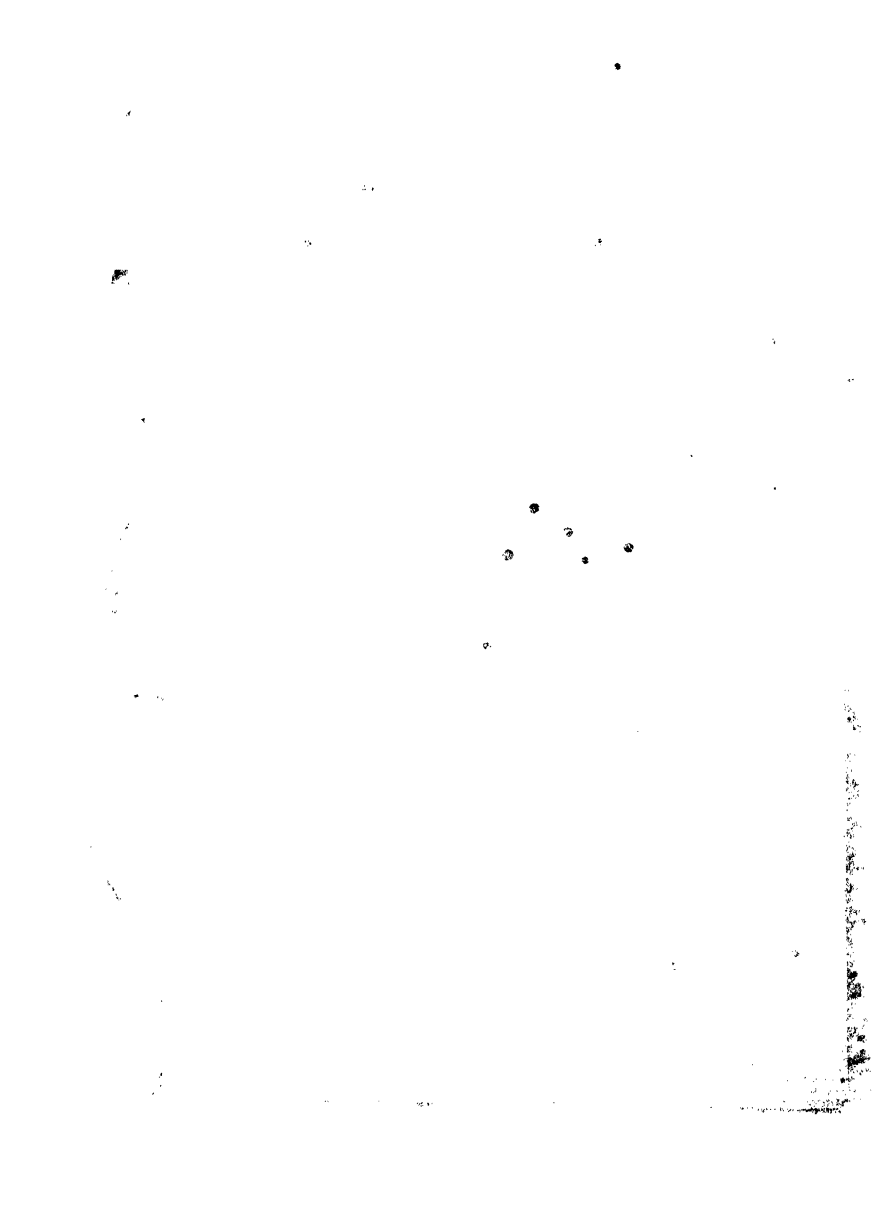
یہ یاد مجھ کے کہہ جا لیا جو زہرہ لیا وہ جہرہ لیا

جو نہیں کہہ لیں کہہ جا لیا میں کہی نہ کہہ جا سکتا ہے

کوئی کہے کہہ کوستا ہے کہیوں کوئی دو کہے دل کو دکھائے کیوں

کوئی سوتے نیتے جھگڑائے کہیوں کہ میں خود ہی جان سے

.....



## از بہارِ دشتِ نظرِ دہوی

میں نے جو لب دیں ہوی فاکہ سے فز دین ہوئیں یہ اگرچہ شاہ ہوں اور کائناتم کمتریں ہو  
 دوسری کفر میں سے ہے نام روشن ہوا تھا جس کا گونہ یوں تو دل لعل سے سیہ نل سگیں ہو  
 یہ کہہ سے غرض مجھ کو نہ بتی کہ سے کچھ مطلب و ہریشہ بخت اؤ کئے آتے ہے چہیں ہوئیں  
 رہیں رند میکش پر رہوں اور کجی محبت میں رہیں خوش مجھے یہ صوفی خوشی ہوئی  
 مجھے تو خفا و عینک و دوزخ اب میں ہو لیکن یہ تم ہے اور کائناتوں کہیں ہوئیں  
 یہی عقدہ کشا میرے ہوا میں رہنا میرا سمجھنا اور کائنات حاشی دنیا و دین ہوئی  
 بہارِ دشتِ دیرانام ہے مشہور عالم میں ہو لیکن اے نظرِ اول کائناتی و نشانی ہوئی

## دیگر

تصور زلفِ مشکین کا ہے یک کی بندھا کھکھوہ جہا نہیں ہو نظر آتا ہے اک اندھیر سا جو  
 کہ بلیں نے عشقِ صل میں یہ حاصل ہو کھکھوہ کہ غنچہ ہی اڑا دیتے ہوا کر چٹکیں مجھ  
 کسی صورت تو میں احمد غفے پہنچوں کوئی جاننا تک ہا بٹھا کر دوش ہی پیر لیچہ باد صبا ہو  
 ضرور دنا دل نے جہ سے ہی کان اپنے تو پتر سے یہ چھچھ مرغ حسن خوش آئیں کیا کی  
 محبت تو جو یہ دل ابتدا میں سمجھ لے نہ نظر کچھ اور ہی آتا ہے اسکا انہما مجھ کو  
 مزار اس عشق کا وہ ہے کہ جس سے سب مر رہا ہے ہنس ہے یا د دنیا کا آقا کوئی مزار مجھ

## از حضرت بیات میرٹھی

بیاتی ہی تھیں وہم سے و بار قاتل ہے یا کیسے سترہ قیدی تر کیسے ہاتھ میں دل ہے  
 یہ ہے دو عالم میں کہیں آرام کا پہلو نہ بہاں کردوں وہں بخشا دھرم سوا وہ دل ہے  
 مراد لے کر شیشہ کی طرح بہتر یہ دیکھا ہے میں آہنا رنگ کیا علم میرا دل ہے میرا دل ہے  
 دیکھتے ہیں مرا بہاں میں کتا ہوں مرا اور ماں کو کہتے ہیں مرا مکن میں کتا ہوں و اول ہے  
 تیرا لگا گذر ہے یاں شمشیر و کئی چلتی ہے یہ پھر روز جزا بس آج جلیج ہوں اور مراد ہے  
 دیکھتے ہیں میت عاشق پہ اور کتے ہیں شمشیر سے نہ لٹکنا تو ہے آسان جی اوٹھنا تو مشکل ہے  
 رازوں و اسکر پیر کے جھجکا دے یوں بولے نہ لو کہ چاہو عہد راں دلوں میں کو فدا دل ہے  
 اپنے سمجھوں کہ پوچھتے ہیں قتل عاشق کو نہ آواہتی دے آسان ناز کی کہتی ہے مشکل ہے  
 دیکھا ابرو برے کیسے کچھ نظر میں تیری دہماکی یہ نہ جو جس طرف ہیں اور تی شہنا دل ہے

برستے ہیں بیتاں کے لب سے کنز الوتر کے موتی

کہ فیض آسمان اس خاک کے پتے میں شامل ہے

## روشنی شیریں گنگوہی

چہ پیش نظر جو کھس تا کہ یہ کیا : جاد میں سمانا نہیں دیو الا کہ کیا  
 منہ پھیرے دینا بھی بیجا کہ کیا : نظر و کھیں ہے عمر نہ جاننا کہ کیا  
 ہر وہ تہ اندر میں ہے بیجا نہ کیا تو بے ہے بیجا : غم و غم نہ کیا کہ  
 تک رہا شہید کو میں ترسا کیا کہ : تو کہ کوشش میں سحر تک رہا بیجا کہ  
 مدد ہم نہیں اسکی قرضہ لکھیں : یہی ہے : ہاں لکھنے خوں عمر نہ جاننا کہ کیا  
 اگر شمع ترے کئی اور اس سر محفل نہ : دو ہستیوں میں جلیا بیجا کہ کیا  
 کہتے ہیں اسے بن کے مرنے کا بگڑنا : اقرار تو کرنا : گدازنا نہ کیا  
 بیجا سا ہے تری اس لگاؤ لطف کا کوئی : دل توڑنا اسے نہ گسستا نہ کیا  
 ساقی نے بنا رکھا ہے ہر اک ماجد ظرف : دیتا تو کیوں نہیں بیجا کہ کیا  
 حجت ہے تو چل شیخ دکھ دیکھتے تھے ہم : جنت ہے اس بڑا قیل کہ کیا نہ کیا  
 سجدے سے غرض ہے ہمیں اس سے نہیں مطلب نہ کیا : ہے لیکن کہ ہے بیجا نہ کیا  
 حجت ہاں ہی نقطہ سوزِ محبت کے اثر سے : جل جل کے فنا ہو گیا ہر وہ کیا  
 اے ناظر رسائی ہو کہیں تا سر کیسو  
 میرا دل صد جاگ بنے سنا کہ کیا

## از منشی شہید گنجہ تار وطن

بون بے میرا پسو کوں و ہوں کے سامنے و جسے کوئی چراغ ہو کالوں کے سامنے  
 چھتے ناس و دیر سے دنیا لوں کے سامنے نہ آتے ہیں روز سامنے والوں کے سامنے  
 سچ سامری بھی ہے ترسے بالوں کے سامنے نہ منتر نہ جیل نہ کھا کوئی کالوں کے سامنے  
 سرم ہے فصول یہ اعراض ہیں بُرے یا آ جاؤ اپنے دیکھنے والوں کے سامنے  
 ال راہ و ق و شوق میں پابل ہو گیا نہ میری نہ چل سکی تری چالوں کے سامنے  
 مس و قمر میں حسن کی اتنی چھایا ہوا ہاں نہ شرمزہ و نہ توں تیرے گالوں کے سامنے  
 دلِ حریف کی سنبھلنا حال ہے نہ غم کے مقابلے ہیں ملامتوں کے سامنے  
 شرم میں محذور نہ علی لم سے بن پڑا نہ چپ ہو گیا وہ میرے سوالوں کے سامنے  
 ہیں اور اس حسن سے دیکر رہوں چہ خوش ہو سکی لسا دلیا دینا ناوں کے سامنے  
 ہیں توں بھی کوں زبا نہ ہونے کوں لم نہ بھڑکوں کو ملک کے ایکے گالوں کے سامنے  
 نہ بھی ہیں ہر کسی کے کوکھ جاتے ہیں قوم یا پھر نیچے کیا عدد میرے ناوں کے سامنے

اسے ناز ناز و غمزے سے لازم ہے احترام

چایا کرو نہ حور جمالوں کے سامنے

## احسن یا بدتر

کتبہ والد حسن کا مشتاق و شہید کیوں نہ ہو وہ دل سے پہلو میں تو لپٹ کر دل میں تنہا کیوں  
 و فطر اب دل سے لپٹ کر قابو کیلئے کیوں نہ ہو کہ یہاں بھی بیدار ہیں کوئی کہ یہاں کیوں  
 کچھ نہ کہیں میری دعاؤں کا نیچہ کیوں نہ ہو کہ یہاں جو چاہیں وہ ہوا و ہوا کیا کیوں  
 و من ہے اک شمع و قاریاں ہے اک شمع کیوں نہ ہو کہ یہاں کیوں نہ ہو کہ یہاں کیوں نہ ہو  
 مدعی سے نیل و درہن کی خوشامد و لپٹ جبریت سے یہاں کیوں نہ ہو کہ یہاں کیوں نہ ہو  
 اشتہار سے ہے دل کے خریدار و چلو یہاں کیوں نہ ہو کہ یہاں کیوں نہ ہو کہ یہاں کیوں نہ ہو  
 ہم سے ہے تو کل یہ سب کی قید میں ہیں فتنوں کی و میرا کرتا ہے تو ہر تاج کی کیوں  
 ہر جگہ جہنم میں بھی چھوڑی نہ اوسنے تک جہنم کی خود جو رسوائی کے لیے ہوں کر کیوں

بہر و وصل احسن کریں کیا شکوہ رخ و فراق

عیش جتنا ہو چکا ہے غم بھی اوتنا کیوں نہ ہو

کہیں سے نہ دیکھا تھا صد بیاں یار زباں میری یہ مزاج جب تھا کہ خود مجھ سے وہ سننے و استاں میری  
 تو صاف صاف کریاں کا لہ مجھ کو چاک کر دے الودہ تمنا ہے یہ واصل کی اڑاؤ دھجیاں میری  
 افسردہ موئے محبت کا غلط ہے ٹیپے خنجر یہ حقیقت صاف نفل جا بیل و توت و تھان  
 بنایا جبکہ تھا آسٹیاں صبا دجا ہو چکا یہ عمر گذری ہے تنکے چیتے چیتے باغ و باغ



شعرہ و تو مائگدائیں بٹال سے لڑا، صحر طرخ، بجلیاں گرنے لگیں ہیں خانہ صیاد پر

از اعتبار اشعار مننی چوڑی ہر شاہ و ملک سنجیدہ و ہوش

بجلیاں ٹم کی گریں تیریں دل ناستہ و پر نہ ہونٹ عاشق نہ گئے ہیں لذت فریاد پر

کج تنہائی ہیں یہ مونس رفیق دروہے باکیوں یا ہوں سوجاں سے قرباں تمہاری یاد پر

ہوں یا بندہ یا یہ عہد عہد کا بہ الفیاء او کھٹے لگیں ہیں اب الف آزاد پر

ہنس رہے ہیں رخم دل کیوں اسیر انفس نے بجلیاں گرنے لگیں ہیں خانہ صیاد پر

طف کچھ ایذا کے سہنے میں ہمیں ایسا ملے پاؤں صدق ہو رہا ہے خنجر ہمد پر

کہہ چکا تے ہی دنیا میں تو یہ ہو گیا نہ رنگ ہے نیرنگ کا یہ گلشن انجہاد پر

و جفاؤں میں تھوڑی مزا آئی دل لگا بیٹھے ہیں ہم بھی لذت پیدا پر

مغز فزوت میں دلایا ہے وہ فرقت ز حیران نہ حسرتیں ہوا نہ ہیں آہ دل ناستہ و پر

لذت جو رہا گئی ہے رقیبوں کے لئے یا ہم کو شکوہ ہے کسیکے شیوہ پیدا پر

ہاں زنداں میں بھی دروم فریب آب و گل نہ آئیں دو کھلا گائیش اوس عالم ایجا پر

ہنس گیا ہر فرد کا تار گر باں میں گلا نہ رشتہ حق کا یہ پھندا ایرٹ گیا آزاد پر

بھوکا کھٹکا تھا بڑی دیر و حرم کی جیب بنا نہ دو گھر و عین کپوٹ پر چاٹا لگی اس بنیاد پر

صفائی زباں شیدا کہاں ہے بند میں با فخر امد و کو ہواست و جہاں آزاد پر

روشنی شیریں گدھا تار و پیو

ہمارے کئی چہن ہیں سہو پیر ٹھٹھ و پیر : پہلی بکلیس کے اب تو کھلے سے صیاد و پیر  
 باغیوں کی مہربانی و یکہ کمر صیاد و پیر : پیر کا تیر کا گلتے ہیں قلب و پہلی ناست و پیر  
 کیا کر لیا اب اجنا فر قیدی و صیاد و پیر : مجھ دیوں آکرے لگیں ہیں خاتم صیاد و پیر  
 مرنے والے سے پس درون کرد و استعداد خاک بھی تمھنے نہ ڈال کی کشتہ ہیدا و پیر  
 آو سوزاں عہد کلب نکس لکھی بشر : تجلیاں بن بن کے ٹوٹیں خاتم صیاد و پیر  
 اپنی بیتابی سے میں کیا کجا جمل بدوی و قتل : خون کے چھٹے برٹے ہیں دامن جلا و پیر  
 خاکساری نے پس مون دکھایا یہ عروج : خاک اپنی اس کے بونچہ جیج بے صیاد و پیر  
 پس سے بڑھ دکھو جیج دوی عاشق کیا بگونی مجلد : میں خدا کو بول بیٹھا ہوں بتو کی و پیر  
 شمع جلتی کسے دیکھی سوئے بالین مزار : پہول ڈالے کسے نہ رت نہ ناست و پیر  
 آپ جیج پیر کا مشق ستم میں ہر گھٹے : کیوں تم ترجیح دیں ش گورو کو استاد و پیر  
 سخت جانی اور نرا اکت میں برابر لے چوٹ : دیکھیے نبی کے کیا اب ضمیر جلا و پیر  
 دیکھنا ہے کہ بے ناست قدم دونوں میں کون : ہمارے محمد کو وفا پیر آپ کو بیدا و پیر

حسن معنی خیر کے تیلے ہیں بہتے ہیں ہمارے

یہ سعت موصوف بلے خاک جہاں آباد ہے

از پندت راجہ سرائیں صاحب ارمان و مہدی

عین ساری ہیں جانِ بہلِ ناشاد پر نہ ٹوٹ کر رتی نہیں نکلی کبھی صیا دہر  
شکبہ سی ہے دمِ شکوہ کیسی یاد پر نہ موتیوں کی جھالیں ہیں دامنِ فریاد پر  
ہے محض گستاخِ بدلیِ ناشاد پر نہ آسمانِ ٹوٹے الہیِ خائفِ صیا دہر  
نہ ہو جو میرے شکوہ بہیاد پر نہ شورشِ محشر جیجی اور شورشِ مبارکباد پر  
وہ بندھوا لے نہ بندھوا بہلِ ناشاد پر نہ سہوِ بیڑا کر جانِ دینا خائفِ صیا دہر  
پہ خود بیدار کر سکتے ہیں بیدار پر نہ آسمانِ ابھی ہے پس پردہ کہیں امداد پر  
زُلفتی تھے لُدتی تھے دلِ ناشاد پر نہ حالِ یکساں ہے ہمارا دہر بیدار پر  
تم ایجا دستم نے اس دستم اتجا دہر نہ تھے دو گونہ ظلمِ جاں بہلِ ناشاد پر  
نہ شکستہ سوں میں اس درجہ و فوریہ کہتے نہ لکڑے ہو اور لفظ آتے ہیں اب فریاد پر  
س لگانا ناز سے اونے لرایا ہے بھے نہ آسمان بھی رشک کرتا ہے مرنِ افتاد پر  
تہہ ہمارے سر لبِ زخمِ جگر سے یہ دعا با خون کی دھاریں الہیِ خیرِ جلد دہر  
ہے یقین قیدِ نفس سے ہوئی آزادی نصیب نہ پارسینا نے مرے اب خاطر صیا دہر  
کیجئے کہ نہ پہونتا ہے یہ اونکے ہام تک نہ دیکھئے کہ نہ زلے طائرِ فریاد پر

گم سر بر سر سے کیا ہر دم ادب کی بختیں : پھر ملے رونق سرور میں شاہجہاں آباد  
 ہوئی : ہاں تھانہ روضہ الفت قل بھی اسب کہ لب زباں لھوئیں عدا دل شکوہ بیداد  
 رنگا کہ کیا نہ سہیہ اہل زبیں سے دیکھتے : آسمان اتر اٹھا اچھ آجکل یہ ادب پر  
 ابروئی پھر خم کئے اور بگڑ گئی پہن جنہیں : مگر لڑائی تھے جلا وطنی حلاوت پر  
 سحر میں حکماں درویش کا پہرہ ہو نیک تھا : بیخودی عشق آج بھی مری عداوت پر  
 دہر میں : آسمان صہبت اور آنگیں کہیں  
 جانِ محروم ہر سری کی قاطن نشاد پر

### مغزل

نہیں جاؤں سے بل شیرب نگریا آرزو دارم : بتا دو شوق سے سیدھی ڈگر یا آرزو  
 ارے کا مارے کا گانگہریا کی ہوتا جا : کہی سا جن سے یہ ہنہ خریا آرزو  
 اور نہ کرشمس جب منچے سوا تیرے کھڑا ہوگا : تری رحمت کی چھ جائے بدریا آرزو  
 بنا کہ نہیںوں کی مجھری پیا کی پشت پر ماری : سفینہ ہو گئے چٹاں عید آرزو دارم  
 کھڑا ہوں آب کو شر پر پڑی تھے عشق کی ڈوری : تو کھڑے اپنی رحمت کے گھر یا آرزو  
 نہ مل چڑتی تھے کل جاں کو بتا دو میرے سیاں کو  
 بسا نہیںوں میں وہ بانگ سنو ریا آرزو دارم

از جناب محمد امجد علیو حسین خاں صاحب عثمانی مستقیم نور تھ اور طرک نشانی ہائی سکول دہلی  
 پہ بھڑا پہ آئے ہیں ترس کے لئے کو نہ دیکھنا چھوڑ دینا کسی افسانے کو  
 ہر اتنا تو بتا دیجئے دیوانے کو نہ کو کسی راہ تہی جائیگی میرا نے کو  
 بڑی محفل میں کوئی موت کا سامان نہیں نہ تیرا بیمار تو تیار ہے مر جانے کو  
 تیرے پر مغالیاں یاد رہیں گے جہر پہ نہ تو نے ترس دیا گھر گھر کے اوتھر جانے کو  
 فیتھ خوب سمجھتی ہیں نصیب میرا نہ بھدیاں جان گئی ہیں درتے مائلے کو  
 کے لئے دی مجھ کو اس شہر نے اور پائی میں نہ مستی چشم مارا دی میرے بھگائے کو  
 اے والہ ہمارے بھی ہیں اوں بستی میں نہ ہم بھی ہو آئے ہیں دنیا میں قسم کھانے کو  
 رے باجم محبت کا یہ اور شہر ہو گا نہ ایک بھی تار میرا نہیں کھنڈائے کو

### غزل انگریزی وار دو

اے دلطف ادھر سے تو ذرا مائی ڈیر نہ حسرت دید میں بیٹا ہے غم یور ادھر  
 کیسوی اس کس جو کہا میں نے تو سنکر بولے نہ آئی ول بیٹ یو و دین ہیر او بیگر  
 تھر میرے یار کو بہکایا تو سن گئے اے رقیب نہ آئی ول سینڈ یو ان جیل پیر دی جبیر  
 ایک فرنگ کے کیا محقق تو یہ سب ہیں خطا دی ہلور در و فادر و انڈیل سسر  
 قلم کو گڑ ایونٹ کورات کو گڑ ناٹھ نہ صبح کو گڑ مار گند ہو دن کو گڑ ڈے سر

بوڑھے کی شادی میں سہرا

بوڑھے دو ہاتھ لے کر سہرا پہ ہاتھ دیا نہ ملک انوت کے کو نہ صافھے یہ اچھا سہرا  
 رو رو کر آتا ہے یہ بوڑھا کہیں جلد کا نام نہ ہا نہ ہوتا ہے اسی امان تیرا بیٹا سہرا  
 مسخرے تو نے بھگو بھی دنیا میں ذلیل نہ بنو مگر بوڑھے کے چہرے پر یہ ہوتا سہرا  
 پہلے منہ پر پڑی سہرے ہوا نہ صفا رہا کہیں رہا ہے رخ ٹوٹا ہے یہ ایسا سہرا  
 پیٹ میں آنت نہیں منہ میں کوئی دانہ نہیں : جھریاں کا لونپہ اور الاہیہ زری کا سہرا  
 دیکھو دو ہاتھ کو نہ بھی سی دولہا کہنے لگی نہ ہا نہ ہوتا ہے یہ تو میرا دادا سہرا  
 کھنکھن کر تے ہیں تقریر بہم جنس شکر نہ ہم بھی دیکھو کہیں جھریاں کا سہرا  
 دیکھو بوڑھے کی صورت کو والے سب اتھے تھے : ہا نہ ہوتا ہے یہ وہ سہرا  
 بہت بہتے ہوئے دیوالے ہر تہی سار : جبکہ رہا ہوں نے محفل میں یہ گایا سہرا

از پٹت را دے شام جب کوئی رتن بر روی

بنا پتی سونا سب سنار (ٹپک) پتی ہی برت چھ پتی ہی تب ہے - پتی ہی نکلے کرتار  
 پتی ہی کے پت ہے اس تن کی پتی پت راکھن مار : جب ٹوں پتی ہے تب ٹوں پت ہے  
 بن پتی وپ ہزار : جن کے پہرہ چرن میں وہی پتی برتا مار : ایک پتی برت رہے جگت یہ  
 تو سب برت اسار : بنا پتی برت کے ماری کا جیون ہے دھکار - بنا پتی سونا سب

ہر دم ادب و ہی ماکلام ہر جان لالہ یا رسد اس تکب خزاہی دھبی

از نیچہ فکرمہ افکار الشعر امہ راج بہا ورجب ہر قی دھبی

افغانے رنگ کہاں۔ ملن جہاں کے لئے بہ بہار خندہ گل وقت ہے خزاں کے لئے

موتیاں میں تو کلم مری زباں کے لئے نہ ملدے دل تھے منبطع غم منوں کے لئے

لگائیں تیر پہ تیر آپ امتحاں کے لئے نہ وہاں زخم کو پہچاں میں زباں کے لئے

اتنا فنا کے لئے بے فنا جہاں کے لئے نہ بکھرا کھرا وسپہ سداں کے لئے کہاں کے لئے

راز دوستی مٹواں کے زخم زخم ہے حل نہ ہزار تیر میں ایک قلبِ خوئیگاں کے لئے

پہ اہم سے سراپا ہوں شدوہ خاوش بہ زباں شمع ہے کافی مرے بیاناں کے لئے

ایک خیر محسن میں ہے آتشِ حل تیز نہ بنے یہ آگ نہ ہلے آشیان کے لئے

جن پہ ٹوٹی رہتی ہیں بھبھیاں یہیم نہ فلک سے آگ برستی ہے آشیان کے لئے

بنے وہ دیدہ تفاق زخمِ دل مرے بہ نظارہ بازیِ حسنِ نمک فشاں کے لئے

مستم شاعر و گرسنگی میسر ہے بہ قتال آسپا کوئل ہے آسپاں کے لئے

تیری جہیں مومبارک درِ حرمِ زاہد نہ یہ سر ہے سجدہ سگِ درِ تبار کے لئے

عقیر یا س سے ارمان و ملیں خون ہوئے نہ وہ اسگِ سرخ ہے جہنمِ خوفشاں کے لئے

۹۶

شکستہ نہ تھا ایک کھولہ قدم نہ ملتا نہ ہیں ایک جلوہ غور مشید صوفیوں کے لئے  
 ادا ادا ہے نہیں ہے رنگ مر راٹھل یہ آج حشر کا سماں ہے یہاں آئے  
 ہے جس کے واسطے جو تھے اوکو زیا ہے کہ راہی پٹے ناوہ ہے ہم کہاں سے ہے  
 نہ شکستہ نہ کون، چاہتا ہے قلب بخون اسید غم یہ سر جہاں میں محبت کی داستان ہے  
 مری نازل نہ ہو کیوں برقی رشتہ گٹھ  
 کہ ارمیاں ہے یہ یارن شکستہ والے کے لئے

ازلیات راج نہائیں صاحب ارمیاں اویز اخبار ایفہ و ہنس

تو نہیں بہا رباع اہل ماں سو نہیں نہ عشق کی زندگی کا سماں ہو نہیں

کہتے ہیں مجھ وجہ قیام عالم نہ جو سب بے دونوں ہے دو آسمان ہو نہیں

بہتے خاک پس مرگ امتحاں کے لئے نہ زمیں بنا ئینگے بیدا و آسمان کے لئے

دیا ہے آپ کو دل مشق امتحاں کے لئے نہ رکھی ہے جان حوس مرگ نہ کہاں کے لئے

تڑپ رہا ہے جو برسوں سے آشیانے کے لئے نہ قدم قفس سے نکلتے ہی باغباں کے لئے

یہ راز دل کھلے وہ امتحاں کے لئے نہ زباں بیاں کے لئے ہے وہیں فتاں کے لئے

تڑپ رہا ہے لحد میں ترے مکان کے لئے نہ زمیں سر پہ اوٹھائی ہے آسمان کے لئے

بقا بھی خیر نہیں تھیں ذائے دوام بن گئے جہاں سے تم عمر جاوداں کے لئے



رعب حسن زخم بجزوہ مغرب پیر حسرت بادہ تین باب پس الفت کی داستان کے لئے  
 بے ساقی اشک رواں کے دل میرا بڑا ٹھٹھے مار رواں سالہ کار رواں کے لئے  
 ع۔ ڈھلے کہیں برق نمہ کے جل ٹھنکنہ چین کو بھونک نہ میرے آئیاں کے لئے  
 ہاں ہے تیغ بھی تم سے نہیں بچی سکنی ہے باتم امتحان تو دو میرے امتحان کے لئے  
 ہوا وہ کام جو ہاں میں سو نہیں سکتا۔ مزہ خیال میں بہمنہ ترے کماں کے لئے  
 زمانہ وہوں جاہوں جو خانہ ویرانی نہ تو شب چراغ بنے برق آئیاں کے لئے  
 راجہ ہے ترے نام اور خیال کا لطف نہ کوئی ہے دل کیلئے او کوئی زبان کے لئے  
 ہاں وہ طالع بیدار ہے جو مل جائے نہ نصیب خفہ میرا جہنم پاسبان کے لئے  
 سائی ونگی ہریم کہیں ہوئی نہ جنت میں نہ ہم زیں کیلئے ہیں نہ اعمال کے لئے  
 باز عشق کی باتیں ہیں داور محشر نہ جدا ہووے روز قیامت میرے بیاں کے لئے  
 ہوا ہے لعل بدخشاں کے گور میرا روشن نہ بچانہ لخت جگر جہنم خون نشاں کے لئے  
 نہ جھوڑا کوئی بھی پرکھاں تمہارے تیروں نے نہ دہان زخم ترستے رہے زبان کے لئے

ہوا جو دور و کس کو یہ درد مند ہوا

دل اپنا وقفہ اتناں عم جہان کے لئے

Chand

## قوی ملک

نہ سہی اب نہ کہیں میرا شکہ عام بھارت پر آؤ والدہ گھر تیرا مانہ بھارت  
 تجھ کو تو ادا بنائے مہاشی کا زہمی درجہ مال میں نہ کسی بات کا مانہ بھارت  
 و شکر کا تجھ کو نہ کہے پرست بن دیکھ تک بہ لڑا مال سے مرد گئے خزانہ بھارت  
 تیری شہادت لیلیٰ قویا یہ ہے شہادت ہر گویا ساتھ میں بھائی کھی روانہ بھارت  
 ستیہ نے ترسہ لٹا ستیہ پہ باز قوی ختم  
 اب کوئی دم میں ہوا تھوٹ روانہ بھارت

ہر گھر کے گھر کا جو اٹھ آشیہ لیلیا بہ عمدہ دل کو فہمیں اب روانہ لیلیا  
 کون کہتا ہے زبردستی سے ہم کچھ دیکھتے ہیں جیسا ہے ہم کو شوق جیسا نہ لیلیا  
 جو چھتے ہیں ہوزینداروں کی دولت کیا ہوئی ہر گچھ تو وہ کھلا دیکھتے کچھ مالیا نہ لیلیا  
 سوچ چل و گلیں ماسکوہ ہیں بھارت نکریا تجھ کو پنجرے میں ترانہ چہچہا لیلیا  
 سمجھو سے روویں نہ بجے نہ کہے کیوں اسے نہ کہتے  
 ملک سے ریلی ہر اور دانہ دانہ لیلیا

خاک سے کیسے بے فائدہ بھائی نہ تھی پامیں بھی مجھ کو تنگی دلائی تھی نادانی نہ تھی  
 نہ ازما عیش بہرِ پال تھی یہ نادانی نہ تھی  
 نہ قیس تو سو سوال تھا بلی تو دیوانی نہ تھی  
 یاس کے ہیں سوں خم تھی دم میں دم نہ تھا نہ مر رہا تھا میں تو مجھ پر تیغِ تہمناں نہ تھی  
 حُسن میرے دیکھ دو ٹکڑے لٹ ہیں اسے آئیر  
 وہ رنگِ بزمِ ناز تھی تیغِ خراں نہ تھی  
 ز شوکتِ حمیدہ صحتِ شوکتِ سلوی





یوسف از دست آئی جب خوشی دل ناساؤ سے ، مہجانی زبانی نشتر فساد  
 او بزمِ ناز گھر نشتر دل ناساؤ سے ، نہ لوت جائے مہر خاموشی سب فریاد  
 تمام لیتے ہیں ہنگام پہلے تمہیں یاد سے ، جب لکھتے تھے کوئی نالہ دل ناساؤ سے  
 غنیمت ایسا سیراب ہو گئی آپس بیدار سے ، آپس جھجائیگی آپس خبر بیلاد  
 اس طرح چٹنگ کر دو خبر فساد سے ، مہجانی زبانی نشتر فساد  
 سب طفلان سے علاج جویش سدا ہو گیا ، کیا توقع نشتر فساد  
 خانہ دل میں جوارِ عشق پہنچا ہو گیا ، وہ کہی ظاہر نہ ہو گیا ، فریاد  
 دیکھو تم آپس سرور سے ہماری دیکھو ، حال دل کیا ہو چھتے ہوا عشق ناساؤ سے  
 مہجانی زبانی نشتر فساد سے ، شاربِ طبع تلخ و گہر ، کچھ دھواں سا لکھ رہا ہے مہجانی ناساؤ سے  
 نیک ، اسی پر اپنی رکھتے ہیں ہم اعتماد ، عار ہے جنت میں جانا غیرِ امداد  
 مہجانی زبانی نشتر فساد سے ، آگے اگر نالہ کوئی نہ چنچے ، نوٹھے ہیں فرشتے سوزشِ فریاد  
 ہو گئی برگشتہ قسمت کچھ دیا سارا جہاں ، پھیلے ہیں آنکھیں جو نے عاشقِ ناساؤ سے  
 تیری سی کیا سمجھتے ہیں وہ اے چرخِ کہن ، آشنا جو ظلم کے واقف جو ہیں بیداد  
 ہوا وائے ناز پر ونا ہی پیارا ، نامعنا تو یہ جہد رکھتا ہے وہ مجھ عاشقِ ناساؤ سے

از نہایت رادھے شام حبیب کوی تن بریلوی

ہری ہریے اب تو سناپ

ایا دین مدین دلی من جانے نہ پوچا جا پ با سکھ میں تمہیں بسا رویت ہے دل میں کرب بد

ہری ہریے اب تو سناپ

میں آپ کے گن گائے کے ہم جنم کے باپ پرادھے شام دشا دینوں کی جان رہے ہر جہوت اب

ہری ہریے اب تو سناپ

از نہایت رادھے شام دل پیارے دل حبیب رواق و دھوی

چھپو گے کہ مٹھ کا غدیہ تو میرا بہت ہر شک رنگ زعفران بن جائے تھریر لبنت

بلوہ ریز ہر گھل و گلشن ہے تو میرا بہت ہر نور خورشید کے پید ہے تاثیر لبنت

ماڑی خورشید کے روونہ تقدیر لبنت ہر روز روشن بیکہ چکر کا حسن تدبیر لبنت

زعفران زار کے عالم سنہری ہو آیا یا رنگ نہ دیا وہ گار حسن تدبیر لبنت

ہر طرف پوری نظر آتی ہے سرسوں شباب میں ہر فصل گل سے ہے نمایاں عاف تعبیر لبنت

اعتدال صد زینت گلشن شو رنگ بہار ہر جنم ہر گل میں نہ کیوں اعزوں ہو توقیر لبنت

کھنکھس آیا ہوا ہے ملک کہشت زعفران ہر قبضہ فصل بہا عاف میں ہے جاگیر لبنت

دورو دیوار پر چھائی ہے چمپا کی بہار نہ کیوں نہ ہر تعبیر میں مضمیر ہو تعبیر لبنت

[illegible]



## غزل

سراپہ دروسوں پر دروہوں پر دل کے نائل ہوں : میری فریاد سے ڈرنا کہ میں ٹوٹا ہوا دل ہوں  
 سر بازار بکنا ہوں خریدارو : چلو بیو : ہمارا سے نہ لادہوں انوکھا ہوں نیا دل ہوں  
 نہ کیا چوچیت ہو ہم سے تم خانہ بدوشوں کا : اسیر و ام کا مل ہوں نرنگی لکھو وہ منزل ہوں  
 تہاں دیکھتا متاقی ہوں صورت دلا جاؤ : ہاتھ پتا ہوں سسکتا ہوں غمزن یہ ہے لبسمل دل  
 چہرہ رکھ کر گئے پر ناز سے جھجکا : کے یوں ہو پندرلہ امیر دل صورت میں عمتا قول کا تال ہوں  
 دیگر

بیتہ : جلوہ تو ترپ جائے نظر میں : روشن ہے ترے نور سے سورج بھی قمر بھی  
 بہوت چلے تم ہوئے خوش ہوئے سطر : کو چے بھی مسکانت بھی دیوار بھی در بھی  
 نبوب دو عالم ہیں لکھو کیجئے جلاں : نارتاق لکھا ہوں بے ادھر بھی ہیں ادھر بھی  
 ال او قدر انداز نہیں چھوڑنا بسمل : صدقے ترے اک تیر نظر اور ادھر بھی  
 ے ڈا ایگے جاں شہرہ : دیدار کے بدلے نہ مرنے پر جو ملتا ہے تو ہم جا بیگے مر بھی  
 نہ صبر طری پے بکھار میں لوٹ آس لگائے : ہاے شاہ دو عالم نظر لطف ادھر بھی  
 اک میں ہی نہیں سب میں ترے چاہنے والے  
 اللہ بھی حوریں بھی فرشتے ہی بشر بھی



نوشی مشیر گندہ کنگ تاز و ہوی

تس ہوشیار ہیں ترے سارے انداز چٹا چٹاں گئے دلی تازی اشارے انداز  
لوغیوں دل میں وہی ہیں وہی فرائض ساری باقی جلتے ہیں وہی جاں ترے سارے انداز  
جان قربان لوں کہہ کے پیاروں پہ پیار پیاری تری ہر بات لکھے پیارے انداز  
آج کے دن ہی ہے گلے کے جو بھی ملنی ہے تو تم کے تلوار کے سیکھے ہیں عمارے انداز  
رستہ پر گام پہ پڑو یا نہ پڑو چائیں آنکھیں نہ اسے بہی حمدوں نے سد قے میں اتارے انداز

جنگی نقش قدم چشم فداں گوارے ناز

چال چل کر نہ کہیں جان کے سارے انداز

غزل

وہل تاراج ہے تین چہرے کے سارے سارے کیا نہ شرم نہ ہو چرا دوں کا ارماں رہ گیا  
پیدہ بہتہ قتل نے دو ہونہار لے دو طرفہ نہ سہرے تیرے خون دے سر پہ اجاں رہ گیا  
دروغ و غم رنج و الم کے کلب رہ نال یہ دل نہ چاروں کوئی کوئی اہمیں مہماں رہ گیا  
ادنیٰ بستان میں دنیا میں رہا ہے نشان پاؤں کہ ہم باقی رہ نام سیماں رہ گیا  
میرے صد قد نقص میں ہو گئی فصل بہار  
حسرت چل رہی شوق صلتاں رہ گیا

نہ ہو سوتا تھا مجھے مائل بہلانہ آتا ہے ہاتھ تو اسے بہت عافیت تو طرسانا آتا ہے  
 و ارجی قہقہہ بھرتی ہے دینا سکھاتا ہے ہمارا ہر شہد مہینہ مہینہ خانہ آتا ہے  
 جو تم شے میں سو شقی ہم روزے میں کامل ہیں ہمتیں کیجی ہمارا ہنکوتا ہے  
 بھی کر دہم ایسا رنج و مصیادیں بولند ہر پہنڈا اور دیکھتے ہیں سرخ دل بیانا  
 نسیم کی جگہ اس کے عافیت کیسے آتا ہے  
 خواہ وہاں جگہ مانا مارا دیکھتا آتا ہے

غزل

دیکھتے ہیں وہ اصرار کیسے کہی آنے جاتے ہر حال میں نیچے لگتا ہوں سدا سے جاتے  
 یہ میں اپنی بنایا ہمارا مدد نین کہ کوئی ٹھوکر تو لگا دیتے تم آتے جاتے  
 نہ سہرا کے ہیں زور نہ نو ہا گیا نہ جان جائیگی ہر باں ترے آتے جاتے  
 ہر گھٹیا ہر کوئی گالی تھے دیکھتے تھے وصل لکچھ مری سنتے کچھ آپ اپنی ساتے جاتے  
 آرزو تھی کہ گذشتی نہ ہی کوئی کوئی رات ہر وقت جاتے دم اونکو منانے جاتے  
 اسکا کیا شکوہ کہ پہلو میں نہ پڑا یہ حال  
 دل بٹھانے کی کوئی شکل بتاتے جاتے

## غزل بیغم

آہر و عشق تہاں ہیں نگہ: اے کوئی بہ جان دیدے سجد اول نہ لگائے کوئی  
 خواب ہی میں دیکھ دیا رکھائے کوئی بہ قتل ہوئی قیمت کو جگائے کوئی  
 روز شکوات یوں نہ باور صبا کہہ دینا بہ پس دیوار ذرا دیکھ تو جائے کوئی  
 وہ نہیں کہیں کہ جو غمش لگائے کہیں شل کلیم نہ روشنی مجھ کو سہ غور دکھائے کوئی  
 وہ دم دلہے میں ہو جائے جا محنت بہر پانہ باٹے سوتا ہوا افتد نہ جگائے کوئی  
 سبجی کمر باریں ایسا گم بہوں نہ تا قیامت مجھے ڈھونڈے تو نہ پائے کوئی  
 اغی غصے کا آک اندازے ویکر بولے نام بدیرا سو اور تم کو جہائے کوئی  
 لا جوابی میں یوں حرف غلط کی صورت نہ خفہ تمام تہی سے شائے کوئی  
 مٹے لیتیں وہ بھی جگر تمام کے رہ جائینگے یہی وحشت کی نہایت تو منائے کوئی

فخر عیالے وہ ہیں مست ہور زانے میں تو ہوں

جب میں جانوں میرے بیغم کو جہائے کوئی

(س) نیر و ان تو نہاں چہیت اے نازک بدن (ہاج) نقشِ سیم آہوئی جہن است ہر بہر

(ا) گرود کبیر لباندر وہاں نگاہ او نہ را قطره قطره سے چکد لیل بدخشاں و زمین

روشنی شہید گنگ جھ تار دہوی

آبِ فرقِ جہول میں خیالِ بارِ بارِ اشکِ شمع میں، سچِ اشکِ بارِ بارِ  
 جہولِ ظلمِ مہی ہا میں، پوسو گوارِ بارِ بارِ نہیں فنا بھی میں، تضرعِ انتظارِ بارِ بارِ  
 کسی کی رائے میں اٹھا، مرا غبارِ بارِ بارِ نہیں فنا بھی وہی، شوقِ انتظارِ بارِ بارِ  
 اگلی شوقِ شہادتِ نئے آگ وہ نہیں کہ نہ تشریفِ کامِ دمِ آبِ تیغِ بارِ بارِ  
 موتِ تل بھی لکھ نہ از روں کی کہ نہ نسلِ تیغِ کشیدہ تہم شمارِ بارِ بارِ  
 نغمہ مدتے ہیں ترنگہ دل سے دل چاہیہ کہ جس کو دیکھ کے دل چہ نہ اختیارِ بارِ بارِ  
 شبِ وِاقی کی نہ نالی میں کون تھا ہم نہ خیالِ بارِ بارِ تھا کہ تھکسا بارِ بارِ  
 نغمہ دست کے بھرتے ہیں گولے ہیتم، نہ وہ سرور نہ تھک و نہیں وہ خفا بارِ بارِ  
 کسیکے دیو گیلوں میں وہ اندر دیکھا نہ کہ بے نیچے ہی مجھے رات بھرِ بارِ بارِ  
 اگلی ناز نے اسل ایسا سرِ نسل نہ تمام رات تیر تیغِ آبِ بارِ بارِ  
 دھار ہے ہیں میری خاک کو وجہ ٹھوکرے، نہ الہی مجھ سے تو اچھا مرا غبارِ بارِ بارِ  
 کچھ تنا مجھ کے نشید نہ ستمِ شاعرِ بارِ بارِ نہ یہ تہ لیس کہ دمِ مرگِ انتظارِ بارِ بارِ  
 نہ نال میں تو نہیں موردِ مینا ہی سہی، نہ ہزار شک کہ میں واصلِ شمارِ بارِ بارِ  
 یہ دورے ڈا ہے ہر ایکس جنمِ ست نے تار، کہ حشر تک میری تھک نہیں کس کا

## غالب اور ذوق کے سپرے

لوہ زینت محل کے بیٹے جوان محنت کی نشاوری کے موقع پر بیگم کے ایساے غالب  
مردم نے یہ سپرہ کہا اور ذوق کا رکا فہرہ کہ ایک سوئے کی کشتی میں دیکھ کر  
بڑے تکلف سے حضور میں گزارنا۔

## سپرہ غالب

خوش ہوا ہے محنت کے آج ترے سپرہ نہ باندھ شہزادے جوان محنت کے سر پر سپرہ  
کیسی اس چاند کے سادھ سے چہ بگڑا لگا ہے نہ بھے ترے حسن دل افروز کا زیور سپرہ  
سہ پہر جیو نہ تھکے پہنتا ہے یہ اے طرفِ صلاہ نہ چھوڑے نہ نہ پھینے تراغبر سپرہ  
بے کھیر لہری پر فٹے گئے ہو گئے موتی نہ ورہ کیوں لہے میں کشتی میں دیکھ کر سپرہ  
سات دریا کے فراہم گئے ہو گئے موتی نہ تب نہ ہوگا اس انداز کا گزیر سپرہ  
رخسہ دھپکا کے جوگرمی کے سپینہ ٹپکا نہ بھے رگ ابر کمر بار سپرہ  
یہ بھی اک بے ادب تھی کہ تباہ سے بڑھ جائے نہ رگ گیا تن کے دامن کے برابر سپرہ  
وہی میں اتراؤں نہ موتی کہ میں ہیں اک؟ پینہ نہ جاپیے چوڑی کا بھی ایک مقرر سپرہ  
جبکہ اپنے میں سماؤں نہ خوشی کے مارے نہ گوندھے چوڑی کا مہرہ کھپ کوئی کیونکر سپرہ

میں نے کچھ کو جیڑ لیا کہ اسے کہوں کہ وہ اسے چھو بیٹا۔ واختر سہیل  
 میری بات کو نہیں لے پڑا۔ اب یہ بات کہ وہ ایک کتاب گراں بہہ ہے، گو سہیل  
 ہم سب کو نہیں فہم نہیں غالب کے طرفہ اتر رہا ہیں

دیکھیں اس سہیل کے ساتھ کتنی باتیں ہیں  
 جو سہیل کے کوہِ مہر پر تھیں، قطع کو دیکھ کر حضورؐ کو بھی حیاں بلکہ  
 وہاں بٹھا۔ اوتار فوق جو حسبِ قبول حضورؐ پر آئے تو وہ سہیل دیا۔  
 اوتار اسے تو دیکھو۔ اپنی نے پڑھا اور بموجبِ عادت کلمہ عرض کیا۔  
 میرا وارشہ! درست بادشاہ نے اپنا تمہیں اس سہیل کہہ دو۔ عرض کی۔  
 بہت خوب نہ کھیر فرمایا۔ کہ ابھی لہو دو۔ اور یہاں قطع کو بھی دیکھو  
 عرض کی۔ حضور! دیکھنا بغرض بیٹہ لگے اور عرض کیا۔

### سہیل فوق

اے جو بخت مبارک ہے سر پر سہیل، آج ہے عین وسعتِ مائتہ سہیل  
 آج وہ دن ہے کہ اسے در انجم ہے قلندہ نشینِ مہنوی لگا کر سہیل  
 تابشِ حسن سے مانندِ شمعِ خورشید، رخِ نور پہ ہے تیرے نور سہیل



یہ ہے مسئلہ ہے کہ سبحان اللہ کہ دیکھو مکہ کے چوتھے دروازے پر  
 لائے اور بنی ہیں راتیں اچھڑیں ہم باگوند ہے سورقہ اچھڑیں کوئی نہ کہہ  
 ہم ہے عیش و آفاق میں اس سہریلی باغ میں مرقان نور سنج نہ کیونکہ سہرا  
 روئی افخ یہ جو میں نہ سے ہرستے انوار نہ تار بارش کے بنا اید سر سر سہرا  
 ایک کو ایک یہ ہے تزیین ہے دم آرائش نہ سریہ و تار ہے و تار کے اوپر سہرا  
 ایک کو سر بھی نہیں مکہ مان لہریں چھوڑا نہ تیرا ہوا یا ہے لے لے کے جو کوہ سہرا  
 چرتی خوشبو کے اترا آئی ہوئی باور بار نہ اللہ اللہ سے پھول کا قطر سہرا  
 سر پہ طرہ ہے مزین تو علی میں باقی نہ لکھن یا تقدیں زیبا ہے تو سر پہ یہی  
 و غما، یہ ہے دے دے و خورشید و کد نہ کھو دے منہ کو جو منہ ہے اٹھا کر سہرا  
 عزت تار نظر کے ہے تماشا ٹیوٹ کے نہ دم رنقا، ہر ترس روئی نکو پر سہرا

در خوش آب وضا میں سے بنا کر لایا  
 واسطے تیرے تراذوق تیار سہرا  
 جو تلو دہوی ہو سنا یہ ساد و اوکو  
 دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

78  
 یہاں پر ہم وہ زمین پر جاگلیں اور اس کے ہاں شہر کے محل کو پہنچیں پہلی یہ مریض  
 کی حالت اس سے تھیں کہ اس کا چہرہ اور ہڈیاں تھیں اور یہ تھیں کہ اس کی حالت  
 خراب تھی۔

منظور ہے کہ ان احوال و احوال و احوال میں طبعیت کیسے بہت ہے ۔  
 سو یہ ثابت ہے کہ یہ بہت آہستہ رہا کہ کچھ عرصہ بعد فریاد غرت میں رہے ،  
 آزاد رہوں اور مرا کہ کہے صلح ہوئی یہ گھر کو بھی لے آئی یہ عداوت میں رہے ،  
 کیا ہم یہ یہ یہ شرف کہ ظہور عالم میں ہوں یہ مانا کہ جاو و منسوب و ثروت میں مجھے ،  
 اوستا و منسوب ہو مجھے یہ جانشین کا حیاں نہایت تاب یہ مجال یہ طاقت میں مجھے  
 جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا صغیر نہ گورنہ اور گواہ کی حاجت میں مجھے  
 میں یوں اور بخیتہ ۔ ہاں اس کے مدعا بہت ہے انبیا کا خاطر حضرت میں نے  
 سربراہ گھائی زور و اشتغال امر یہ دیکھا کہ چارہ عذر اطاعت میں مجھے  
 قطع میں آ پڑی ہے سخن گستاخ بات بہ مقصد و اس کے قطع محبت میں مجھے  
 رفتی سخن کیسی طرف ہو تو رو سیاہ نہ سودا میں جنوں میں و حشت میں مجھے  
 قسمت جی سہی پر طبیعت میں پڑی ہے شکر کی جگہ کہ شکایت میں مجھے  
 حادق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ یہ کہتا ہوں سچ کہ گھوٹ کی عادت میں ؟

## از انشا اللہ خاں حبیب اللہ

در بندے موئی چلے کو یاں سب یاں بیٹے ہیں بہت اُسے کئے باقی جو ہیں تیار بیٹے ہیں  
 بھڑا اے گھمٹ باہر سے رائے اپنی نہ تھے اٹھکی یلیدیاں سوچی ہیں ہم پر رہ بیٹے ہیں  
 اس بار آتش پاسے رہو ان کوئی تمنا میں نہ نہیں اوکھے کی طاقت لیا کریں ارچا رہیے ہیں  
 یہ اپنی چال نے افلاک کی سے اب اگرچہ میں تک نہ نظر آیا جہاں پر بسا ہے دیوار بیٹے ہیں  
 جھیموں کا جب کچھ حال ہے آکا دو میں یارو جہاں پتہ پوچھا کہتے ہیں ہم پر رہ بیٹے ہیں  
 کہاں رکھوں ان کو کئی چیں دیتی ہے بعد انشا  
 غنیمت ہے کہ ہم صورت میں ہیں وہ چار بیٹے ہیں

از محمد الدین صاحب قلی و معلوی

سچہ کوئی ساقی چین میں وہ وقار انیکو دے نہ پتہ بہت زان حاصل کوئی آئین کو ہے  
 شاخ ہر فصل رکھ بیٹے میں عطوہ انونکی کہہ نہ بنکے دہن باغ میں فصل بہار آئین کو ہے  
 غمزدہ و ناز و شاد ویکھے کرتا ہے یہ بچہ شمع جہاں میں چالی کا شمار آئین کو ہے  
 بچہ صورت چھ ایکے سہرہ رہا کہ جانی ٹھوڑوں یا زیر پا ہونے سب ہزار آئین کو ہے  
 اوس رخ رنگ گلستا کی تھی دیکھ کر  
 شعلہ مولیٰ غنیش میں مجھ پر اختیار آئین کو ہے



برسہ سینہ میں نہیں یاد کے خجریں نہیں نہ دم بھی کیا تیرا ہے دم بھر میں ہے دم بھر میں نہیں  
 جو غم عشق و مرنہ کچھ دل و جگر میں نہیں نہ چار کا ٹوٹنے سے رفاک بھگے کوئی نہیں  
 قسط واصل کی کہی ہوں دعائیں قبول و نفعی وہ مانگ رہا ہوں جو مقدر میں نہیں  
 حسرت بوسہ نمنا سے ملے ملتی ہے نہ عید کا چاند تو لہا لہا ترسہ تجو میری نہیں  
 قالیں و بجئے اک ذات کی سو سو کچھ کوں کہتا ہے وہ شرف مکر میں نہیں

سانس سینہ میں خلش ساز ہے برقعہ کی طرح

جب سے راسخ وہ جفا کار میں بریں نہیں

غزل رفاقت

ہر دم فراق جانوں کو ستا رہا ہے نہ اوتھ اٹھ کے دم لبوں پر ہر آواز رہا ہے  
 یہ بھی کوئی ادا ہے ہر دم جو تو رہا ہے نہ وہ جہ کیوں اسے عالم مجھ کو ستا رہا ہے  
 دل لپکے سو جانا اب جاگے سو جانا اب اس کے سوا ہمارے اب اس کی کیا رہا ہے  
 ہر دم رجم تجھ کو آتا نہیں کبھی نہ جھب جھب کے تیر زخمی دل پر لگا رہا ہے  
 گرد لپ کا لبو ہوتا پھر حال کیوں یہ ہوتا نہ وحشت ہائے مجھ کو دور کھڑا رہا ہے  
 مطلب مانگے زمانہ کوئی نہیں کیا نہ ہر دم مجھ رفاقت یہ دل ستا رہا ہے

تجلی

از جانب محمد الدین جسے تجلی وادی

نہ ملے جہاں وہ تلوخ کہیں آئے نہ نہنوں پہ چھنا ارماں دوسے لیا کیا لکھے  
ایک نام میں کوئی ارماں نہ جو کھا لکھے ایک وہ ہیں کہ سدا ہو گئی تمنا لکھے  
فج تو آپ سرِ شام چلے آئیں ضرور ہلا ہوں دوسے میں گھر ایک تو سچا لکھے  
تپوں بہر ہو کشتن میں چلے کوئی شہر نہ دیکھے آپ یہ مرے ولی کی تمنا لکھے  
منے جب دیکھا ہم میں سادہ مدد دیکھا تو گھر سے باہر نہ کیو قت میں تمنا لکھے  
جمع میں وہ تجلی تھے غیر علی میں بھی جاؤں نہ دیکھا کہ سپر ہو رسم کسی تمنا لکھے  
نہ تھو اضطراب عمو جبکہ تجلی کا طرہ

دل کے کمزور بہت فرق موسیٰ لکھے

دیکھ

ادھر خلی جوانی میں شگفتہ دو غمراہ لکھے : اودھر بہت سے ہو کہ اضطراب دل ہو کہ لکھے  
نہ نہیں ہیں دعائیں دیں تمہیں کیا لیا نہ جی بھر چو پیر آئیں : اراں میں آرزو کی اگر لکھے  
بھولا ہوں نہ بھولا تھا قیامت تک مزا اوافضایہ ہواں : دونوں جانب سے تجلی رات کو لکھے

تجلی خاک پر تر پلے تو تم اس کو نہ پنے دو

تبا : تب جب چپے سے اٹھے نے خطر لکھے

## نوح حضرت مسیح

بہت دیر سے نہیں آئے کوئی اب ویدہ ترمیں نہ تھا نہ ہو کہ پڑ جائے قحط اب تو عیسویں  
 دی لقمہ میرے گردن کے۔ سادہ گس آکر آئے تو جوج میرا بجا رکھا آجائے کہہ کر میں  
 نہ مانیں کہ کوئی اس کے بہانہ نہ تھا وہاں ہے۔ خدا نے مٹا کر کچھ ایسا رکھا ہے وہاں  
 سوال دوسرا اب ہر مجمعہ وہ کچھ کہتے ہیں نہ ہیں ہے جامت اب دعا جنت سکھ میں  
 خدا کچھ طرح اٹھ کرے جاننا کھانا ملنا نہ ہو کہتے ہیں تیرے بازو میں نہ طاقت تیرے خون میں  
 تیرے ملامت کو لے کر تیری پیدا کر لے دفتر نہ ہر پیش و اوپر خیر ادا دانی بخش میں  
 کیا صاف اپنے دل میں ماسٹر شعلہ دیو کو نہ لگا دی آگ میں نہ جان لے آئیں گے گھر میں

## نخل رسا و صفوں

چاندی صورت پانو خود محو آرائی نہ ہو نہ خود تماشائی نہ او ظالم تماشا کی نہ ہو  
 اوس میں بھی ایک داغ ہے جیسا ہمارے دل میں ہے نہ ماکہ کامل بھی کہیں تیرا تماشا کی نہ ہو  
 آئینہ نہ میرے مرنے پہ نہ میرے ماتم میں ہے نہ اونکو رسوائی نہ اونکو بے لہ رسوائی نہ ہو  
 میں سوال وصل کر کے اس ادا پر مٹ گیا نہ نہ کے فرمایا کہیں شامت تری آئی نہ ہو  
 نہ اور بخش میں اب دو کوہوں تو کیا کہوں چپکے چپکے مجھے سے وہ کہتے ہیں رسوائی نہ ہو  
 یہ نخل ہے اسے رسا نکھیل ارشاد خدا نہ وہ نہ نکھیں تو کبھی یہی نہ فرسائی نہ ہو

ختم یہ جاو اسیری موت و اسی گھر ہے نہ ناکش کس حد پہ میرے پاؤں کی رنجیر ہے  
 شکستہ اب فنا یہ تو یہ تغیر ہے نہ ساقییت کے کوئی شہر منہ تفسیر ہے  
 ساقی کے ہم رسم ان کے مگر دکھ کے آج ابھی کہی ہوئی زلوٹ کی کیا تاثر ہے  
 امیدیں دیکھیں امید چھوٹی ہوئی نہ تھپتھپ میں ہوں گے آگے مروگے اور برہے  
 بخت ہوا وہ جوانی اور جالی کے ساتھ بدلیں رکھ لینے کے قابل ابھی تصویر ہے  
 صرف یہ ہے نظم و رسم فوق آئیہ و عوینہ میں یہ جات ہوں تو اس میں نہیں ہے  
 جو جیتے نہ تھے ہیں آج ایک ایک کے طرح اکوٹ ہوں جس میں ہمارے تیرے  
 دیر کے قابل ہے منظر سب سے مبروم کا وہ موت کے آنکوش میں بیماری کی تصویر ہے  
 اسے خدائی کرنے والے تو ہی چھو اللہ فی کمال ہے آخر جو ہم دونوں میں نے قصیدہ  
 از طاہر بگیا۔ صکب طاہر مراد آبادی

میرے مرنے کی اگر لوگوں کو خبر ہو جائیگی نہ روتے روتے آستین اسکو لے کر لو جائیگی  
 میاں کے باہر جو شمشیر زلف ہو جائیگی نہ ساسے مقص کی نہیں زیر و زبر ہو جائیگی  
 قلعہ تم اغیار سے راتوں کو ٹپ ٹپ کر ملو ہم بھی خبریں ہمیں یہ خبر ہو جائیگی  
 آپ سے نازکین اور سر پہ تیغ لگی نہ بار جاؤ گے میں دوہری مگر ہو جائیگی  
 بھو لکر بیٹے ہم ایدل بلدیش زلف کی نہ کیا خبر تھی یہ جلد طاہر کے سر ہو جائیگی



## غزل عیش

دئے روشن سے جو وہ برق دو ٹھہرتے ہیں یہ جلوہ حسن خراہ اودھ دیتے ہیں  
 بچائے گلچراہ میں رنگ اپنا جما دینے ہیں نہ مثل بوہوش گلوں کے وہ رڑا دیتے ہیں  
 اللہ اللہ کے تجا ہل لے بھری حفلیں ہا بھکے یہ مانہ بھکے وہ اوٹا دیتے ہیں  
 سطرلیقے سے محبت کوستے ہیں وہ سرور دیکھنے والے یہ بھگیں نہ دعا دیتے ہیں  
 بھولے بھلے ہیں حسیں طرز حیا کیا جاسیں ہا چاہنے والے سی کجبت سکھا دیتے ہیں  
 پس نہ اچھا ہوا کچھ اوسکی وجہ سے آخر یہ تو مانا کہ وہ مرد سے دو جلد دیتے ہیں  
 اس سے وصل کی شب عیش و طراوتیں یہ چاہنے والے بھی ایک واع کھا دیتے ہیں

## غزل

یہ کہدو اہریار! سے اگر برے تریوں پر سے ہا کہ جیسے میں ہرستا ہے ہمارا دیا ترے  
 لہو سے دیر سے عاشق کفن باندھنے سے نہ سے صدقے ترے تریاں مرثیہ نعل کفر سے  
 سدا سدا کیو باونا کوئی مقدر سے ہا بھو اگلا کیسکد وصل یاں تو عمر بھر نہ سے  
 لیسے وصل میں یوں کہے دل کھل دیا ہا شو جاو پر سے کروں گے چھوٹے بستر سے  
 جوانی آہیں سنتی مری جاں کھینچے سے ہا ہوا دن ہی دعا لیکو کیسے قلب مضطر سے  
 کیا اوس بُت سے یا نہ جوئی لم دل کا بکھر ہے ہا ٹپیں بکھرے قہر ہا ٹپیں بکھرے قہر سے

ہریم ادب دہی کا کلام مردہ ۳۲ فروری ۱۹۰۷ء  
 معرکہ طرح بہ درو دل کچھ نہ غلبہ درو دل کہ کچھ علم نہ  
 از دانش شیر سنگد ملک باز و دھوں

تقدیرِ الفت میں وہ طوفان کا عالم بنوا جو سینہ دل کا تقادیرم بنو ابرہم بنوا  
 تھا نہ مشکل دل فطرت کہ شام تم بنوا: یاد آئی ہے مہربان شہر کا عالم بنوا  
 فرقت جاناں میں جب اپنا لبونہ دم بنوا: اک خیال یاری اپنا سرکہ دم بنوا  
 کیا بتاؤں بس طرح گذری تیر و مد کی راہ منتظر نگین ہیں بل کا عجیب عالم بنوا  
 آنسوؤں نے کر دیا آئینہ راز عشق یار: حال دل کا پروہ دریا پیو شیر ظم بنوا  
 دیکھتے رہتے ہیں اس میں سارے عالم کا ظہور: آئینہ دل کا ہمارے رشک جام کج بنوا  
 یاد و نذاں میں مہربان ہم جو روئے یقین کر بیچ بیاں: مرنے لگیں طونان کا عالم بنوا  
 جب اوٹھائی یار نے روئے منور سے لقا: بگر پڑا غمش لہائے کوئی او کوئی ہم بنوا  
 کسی تو لیکسں بخور محبت کو ٹوٹی پیا ر سے دیکھ جو اوسنے زخم کو مرہم بنوا  
 وہ عدو لو سا قتلہ ہے پس کمر کو دیکھئے: شہرست دیدارے لسنجے میں داخل ہم بنوا  
 آپ نے شیرِ طر سے دل کا پیمانے محال: جس کو دیکھا آنکھ اوٹھا لکس وی بین

زخم دل بھی بھولنا نہ چاہیے کہ بھولنے سے دل بڑھ جائے وہ مارا مارا رہے ہو  
 پری میت کی صحبت نہ کر دو یہی حیدر نام : اول کا احسان میرے دوست پر یہ کیا کہہ سکتا ہوں  
 کیا دینی چرخ بٹوئے اونکے پر لٹاں سبوت میں : میرے مرنے کے دیا جس میں یہ نام تھا  
 فلش سستی سے انسان کی ہمیں کچھ زندگی نہ جو ہو اپنا مثال قطرہ شب نہ ہو  
 لہذا مرنیکے ہو اونیا میں یوں مشہور تار  
 شان سے تابوت اوٹھا دھوم مٹا کر  
 عزت محافت

کل بزار سے میں نظر ایک گلبدن جو آگیا : ہاتھ مٹل میں رہا دل بھول سکتا گیا  
 نین سکتا مٹا نہیں لہن کچھ کو اور سنان سے منم : ہا جب سے تو اپنے فکین بٹا آنکر کھل گیا  
 خواہش اب کچھ نہیں ہے شریقی تنہا کی نہ جائے عمریاں ہمارے دلوں کو ایسا بھال گیا  
 ہمارے غم کے بھوس مٹی ہوئی ہیں بار کو : کچھ ورنہ تیری لئے جو سنے سے آ گیا  
 آج آتے ہیں وہ کیا میری نظر کجواب میں : نیار کا ٹھکانا اونکی آنکھوں میں کوئی کیا بھال گیا  
 رات بھول گیا کیا دریا میں ہیں ہاتھ کو : ہنک دارا جھپٹ کا جو کبر دل میں آ گیا  
 طول دینا تھا نہیں زیادہ نظر کو : اے صحافت  
 اتنے ہی کیڑے ہیں دیا ہر تو اب اوکھا گیا

از پریم چند بکس و سبوی

چو ایست محبت دل اب اول بیت خوانا بایں خواجہ فخر ہے اول لفظ چار کا  
 مٹنے لگے کہ پہونکہ کہ میں اکوٹیا کر رہا ہوں کہ اپنی ٹوٹی ہوئی آہنہ ویدار کا  
 سہمی پہا میں سوئے ہوئے چھار کی نہ دل عدا انکاپا ہے آئینہ ویدار کا  
 چہرے سے بھی خراب ہے وہ دل چاہتی ہیں بے سو واکھن نہ جسمیں کو آگ لگے یار کا  
 و اتنی اہل روپ کو کی نظر آوے کہ ہے نہ ہمیں پر سیاہ او سب کے سر و خوش رنگ  
 کہ ہے میں کیلے کو تو تیرو جہانے میں لال نہ اک کہ ٹھہرتا یہ تیرا خوشی گفتار کا  
 میں یہ بہت ہوں نقد تو غیر سے گزرتا نہ مل یہ وہ یہ کہ ہے میں حق نما کہ لگتا رکھا  
 یوں کہ ہے بلکہ ہے محبت آئے میں کہ آج تم بہ حوصلہ منتقل میں دیکھتے تیری تلوار کا  
 کرچی دم کا اور ہے مہمان یہ اسے چار گھر نہ مٹنے لکل آیا خورسا اب ترے بھار کا  
 مشہور ہے مولے کو غش آہن کا کوہ طور پر اک آتھ صرف تھا تو ترے جلوہ ویدار کا  
 جب کہ ہے یار تم کو جاں میں جاں آتی ہی نہ بس ترے اوگتے ہی دم اولو ط اترے ہمار کا  
 یس و غم پنج و اہم داغ جگر اور وہ سرد نہ ساتھ ہے روز ازل سے بس اہیں دو چار کا  
 کہ ہے کہ ہے مایاں تر بے سائے موتی ایک بار نہ نام دھوڑا ہے جہاں کے گھر کو رہا رہا  
 کہ ہے کہ ہے او جگر کے ہمت ہے یو ارج ویاں شرف نہیں کو حاصل آپ کے ہوتے





انچھڑا کر پر نیم چند کہیں دھوی

دور پہنچے پرتیغ نظر کے ہوتے نہ ٹکڑے سو بار موسے دل لے کھڑے ہوتے  
 یادوں کا بوسہ تو ملتا جو نہ تھا لبک کا اہیب نہ کاش ہم سنگ ہی روپیہ ریسے ور کے ہوتے  
 تنگدستی میں خدا سے کوئی یاد آتا ہے نہ نام لینا ہنس روک کا کول زر کے ہوتے  
 کسے حرج کشیدہ ہے تری تر تری نظر نہ تیرے تیغ کے خنجر کے تہ کے ہوتے  
 آج ہی لہو سے ورے خط کا جواب آئی صدیہ ورنہ مر جائیے ہم دیکھ کر کے ہوتے  
 سیکھا چلے اس کا مو سبز بھی ٹوٹ نہ بھوکا مر سکتا ہنس پاس سناٹ ہوتے  
 باغ میں آگے جو نہتا بھی کوئی رشکِ حنی نہ ایدم غنچہ کے ٹوٹ کر اے گد کے ہوتے  
 دیکھ کر چاک بھردہ پہ کیا سنے خیال نہ کول وصل کے سسے تارِ نظر کے ہوتے  
 گر مضبوط نہیں پاس وٹاں ایسا نہ اپنے ہما ز کی بالیں سے نہ سر کے ہوتے  
 کیا ضرورت ہے سب سے جو روٹ میں ادا نہ حاجتِ شمع ہیں داغِ گہر کے ہوتے  
 مجھ سے تو نہیں کہ دور ہی رہی موت تک پھر کس طرح تری غمی میرے شہ کے ہوتے

بحر میں مرتے لٹ لٹ کے بھی آئیں

سہل گد کاٹنے ایام سفر کے ہوتے

پہلے چہرہ بکیتیں دیو

میں آئے توی خطا نہیں کی جانب کی ۔ پھر کیوں گناہ مہربانی سے چشم و منابہ کی  
 شہ کو بھی دہی پڑو انور سے ترے نہ کیا سوہیاں سنت ترے عارض کے تہہ  
 پیچھے ہیں اوکھو یاد نہ کر سہو عکس و لا بہ گذریں تلو کی جو باتیں ہیں عہد شباب کی  
 وہ نو چہرہ کے کافی ہلاؤں گیں ترے نہ دوبارہ کی جو شیخ مدت شباب کی  
 جھنے پلے پیر مرد چوں مرد بن گئے نہ ایسی نوا جلی نہ جہان میں حساب کی  
 معدوم شہ کو سہو گیا آخر فنا کا حال نہ آئی جو پر سے سائے شہا حساب کی  
 تعریف کیا کروں ترے عارض کے آپ کی نہ خوشبو ہے چچا سائے اس کے صلاب کی  
 ادنی شہو از سن کو اتنا عنور ہے ۔ لیتا ہین بدول البقیۃ رعاب کی  
 بینچا ہے نخل آرزو دل کو لکھ مرا نہ دریا ولی تو دیکھتے چشم پر آب کی  
 سوزہ لاز عشق سے مگر کبھی خائیں نہ مٹی ضرب ہے دل خانہ خراب کی  
 دستک و گہر کے ہوتے ہوئے میں تو مست ہوں ۔ حاجت شراب کی ہے خواہش کباب کی  
 آگہو میں آئے شوق سے دلیں بناؤ لہر نہ چین کی فکر نہ فروت نقاب کی  
 زہد را تو میں کا نہ سہو لیا عہد نہ بیکھ کی جو ایک بوند سی تو نے شراب کی  
 جیسے ہوں گے عشق میں کیوں انا مجھے نہ کچھ بھرا جہنم کی تیرے روز حساب کی



ہے بہت غیر تیری جھڑپ حالت قاتل تو آجدا لیتے تو بہر عیا و ست قاتل  
 جیتے ہی خوب میں بدنام زمانہ میں ہوا یہ کہہ پسِ کمر : تشہید تو میت قاتل  
 محمد اپنی اسی اندوہ والہم میں لڈری نہ عشق میں تہمت نہ بالی کھی رات قاتل  
 مہندی ہاتھ میں جو تو ملے یہاں آیا ہے کیا ہے منظر و تجھے میری شہادت قاتل  
 قتل کر جنہیں ابرو کے نور لکھ سے خنجر : منع کر لی ہے تری دیکھ نزاکت قاتل  
 خونِ عاشق کا پڑ لکھا ہے پس ہے پسندور نہ دے رہی ہے تری پیشانی شہادت قاتل  
 کہہ لے تکیہ پر اچھوٹا تو نے نہ آئی یاد مجھے مہرِ نبوت قاتل  
 بتیگدہ نوح کا لٹو رہا ہے گلہ سے سر : ہر دم عشرت ہی میں تو نے ہمدان قاتل  
 عشق ابرو کا تقاضا دینِ شکر میں تجھے : طالبِ انصاف بالی دسِ راحت قاتل  
 برقِ لوجبِ جوشِ وقت مجھے دیکھا : آئی یاد مجھے تری شرارت قاتل  
 قتل سے ہاتھ اوٹھا آگے گئے سے مل جا  
 غیر زاسہ کہرا ب تو عنایت قاتل

مدد کے پورے ہوئے گئے تھے چھوٹے تھے تو یہ بھی یہ اتنی بڑھ گیا ٹوٹ ٹوٹ کر  
 مہندی تھا دیارِ خون کہ ہوجاتا رنگوں کا اٹھ گیا ہوا تھا سے قاتل کے چھوٹے  
 یہ بھی وہ تھا بھوکے تھے تھکے تھے کیا کیا تھا ابھی رات دینڈ ٹوٹ ٹوٹ کر  
 مہر و قرار لیکے دیا داغ آرزو بہا ہوا رتھوں دلوں کو یہ مجھ کو ٹوٹ کر  
 جرت ہے میرے اخترِ کبوتریا کہ وہ کہیو انکھوں میں سے جو نہ لھکتا ہے چھوٹے  
 کیا والوں وال کا حال کہ وقت میں گھٹے نہ تھپتھپانے آجیو میرے سینہ سے چھوٹے  
 ساقی کے جاتے ہیں نہ قوج تھا نہ بوتلیں بگولیا کہ لیلیا کوئی محفل کو ٹوٹ کر  
 اللہ کے آنسوؤں کا اٹھنا نہ لقی میں کہ انہم کو عین مجھ گیا کہ بی الحاک کہ بک  
 بچے کہ نہیں فلم کے فقط انکھ نامہ بہرہ وہ کہ چھ لکھا کہ روٹی سیاہی بھی چھوٹے  
 رنگاں مجھ کے کی وکشتش دل نے وقتِ فصد نہشت کی تو رگلی شریانی ٹوٹ کر  
 کہ نہ بد و بارت ابھی سے نہ گشتِ غیس باغیاں یہ وہ دن تو نہ مرغِ نفس آئیں چھوٹے

مدد حیف سر نہشت جو اپنی کے جلد

تو اوسکو داستانِ مجھ سے جو جمع ہو کر

متر رفتہ جہاں ہاں ہو جائیگا : ایک دن آباد ہو سب رہتا ہو جائیگا

نہایت نور نظر کوئی ہنس کر گیا کام : پار جب حلقہ کے تیر قضا ہو جائیگا

صل کے راج کر گئی کسی آنکھیں ضعیف ملیجائیگی : نہ جب زمین و قبر پر سستہ تر ہو جائیگا

بہمتہ ضای جائیگا اس عالم فانی کے : تو با عمر کا ہر مزہ جب پیالہ ترا ہو جائیگا

مال و دولت رام حق و لٹا دیوایا تو : نہ قبر میں ہاں اوس دے کا عارضہ ہو جائیگا

جینے جلے یار ہیں سب عزیز و اقربا : گور میں رکھ کر تجھے ہر اک حد احوال ہو جائیگا

عمر و روزہ کی بھوکتا ہے پھول لہری : نہ کچھ لیجھو آئندہ تو بھی فنا ہو جائیگا

درد بیکہ میں آنا کوئی غم سے سیکھ لے : نہ جان عاشق ہوئے جانا کوئی غم سے سیکھ لے

ہر معنی پروردہ جانا کوئی غم سے سیکھ لے : نہ زور و فکر پہ کھنکھنا کوئی غم سے سیکھ لے

کوئی تیرے خالص رسی رشتہ تو ہم سکھائیں : نہ خاک میں نہ لانا کوئی غم سے سیکھ لے

آتے جاتے یوں تو دیکھیں میں ہزاروں شخوہم : نہ دلیں آنا دلیں جانا کوئی غم سے سیکھ لے

ان لہو لطف پر لافوں و عافیں لٹیں : نہ عمر کا اپنی بڑھانا کوئی غم سے سیکھ لے

ہر آنہ سے تو بہرل جب جوانی ہو چکی : نہ راجا جنت میں جانا کوئی غم سے سیکھ لے

محو و بیخود میں ہیں لچھ دین و دنیا لی خبر

داع ایسا دل لگا کوئی غم سے سیکھ لے

نہ پریم چہ بیکس و مہم

جنتا طو کو کر سبہ تو کر سبہ ہمارا آج نہ پہل میں سے ہوتی ہے نہ نصیب ہمارا آج  
 احسا عند ہوں کہ کون مجھ پر وار آج نہ کون سے تھے دل کے دو وہ تھے مجھے ہمارا آج  
 اکلے ہے او ملو نہ ملو نہ یہاں ہمارا آج نہ ہو کہہ کے دشمن پہ تو یہ سوار آج  
 تیر نظر سے کسی نہ تھی علیہ وار آج نہ بے دلم نہ تھے تو یا نہ تھا آج  
 تمام تلخ تھے تیرے اب تھے کسی قسمت کا میری فریاد ہو وار ہمارا آج  
 رونا شمع دیکھ کے کشتہ نیا زار زار نہ دیں لہجہ یہ آگے ہوئے اشک ہمارا آج  
 وہ رشک ماہ آہ ہے شاید ہزار ہوں باہر پور کیوں ہے ورنہ دل داغ ہمارا آج  
 سحر اس بھوت بھوت کے روتے ہیں اپنے نکالے ہوئے کھڑے ہیں دہن ہمارا آج  
 قتال میں کس کو دیکھئے کتا بھے سرخرو نہ قاتل کی ایک نظر یہ ہے دار و مدار آج  
 یہ پوانے تیرے گرد میں آگے بڑھ کر نہ روتی تھے کس نے سحر میں نوزار ہمارا آج  
 ویر تیرے یہ لگیں جاتے ہیں کبھی نہ ہوتا جو ہر بس میں دل بہتار آج  
 بعد فنا ہو جائیں اوشیں یا ڈائیں نہ بیکس و نہ ہوتا ہے میں سہارا ہمارا آج  
 نہ تیرے کی نسبت تو کمال سے کٹی کٹی کیا کروں نہ اللہ کیا ہو اصرار ہمارا آج



جادے آگے پہلے ہی سے یہی سہی تھی کہ جیسے ہوتے ہیں بات کے آگے نشان دہی  
 کیا کہ ممکن ہے کہ جو تک تاثیر رکھتا ہے نہ بناتے ہیں اپنا غیر کو شیریں زبان والے  
 دوشے کا کب سے چمکے نہ مردانوں نے ایک کئی ناک دہن کر تے ہیں انشا راز سونہاں والے  
 قفس میں یوں کہا ہوا ہے کہ سس کے لیے لیکھ کر کے کاٹے ہوئے میں ہیں تیشیاں والے  
 خدایا تو بولے تو کہے سخت جواب کی نہ دے میں ہا نہیں مشیر فیکر امتحان والے  
 بہ افانہ دل میں جو کو کہنے دیکھا ہے بھر کر تے میں صحر میں بھگتے خود مکمل والے  
 ہزاروں حوروں غیاں ہیں گدہ طرفہ تماشہ ہے نہ ترستے میں تہاں دیکھ کر مانجے زبان والے  
 دوبا لاجن ہے لون مایہ مانا حضرت بنیتیں  
 مگر کچھ ان کو یہ یاد رکھتے ہیں اونچی دوماں والے

ویگر

جگر ہم میں ہے ٹھانے عوسا نہیں پاور کیکی کوئی فرقت میں ہے دیوانہ نہیں  
 خوش میں آئے ناب سمیت مرد اور نہیں پور ہم میں جان نہ سے شمع پیر وادہ نہیں  
 سخت جانو کے اولجنا کہیں قتل میں پڑنا جائے شمشیر پیر وادہ نہیں  
 بزم عشرت بھی تجھ بزم ہے تو بہ تو بہ اپنا لہر اور ہا ہیما نہ کہیں

در کے سر پہ تے ہی چھوڑتے جانا دیں کبیش پڑم مل میں اگر نہ ہوئے محتاج نہیں  
 سخت خفتہ در ایدار بنوا ہے وہ نہ ہو میں کہیں آپ کہیں آپ کا کام مانتا نہیں  
 خوش کو ترے تو اوکار جھگڑا کہ لہو نہ چھوڑ دیکھ بھی ہو آپ سے جھگڑا نہیں  
 آپ سہتے ہیں تصویر میں نظر میں اوس کی بے ہفت اندک میں ہو آپ کا دیوانہ نہیں  
 جسے جاوے دل نہ بڑد لعل با نہ ترا پروہ ہوئے بے ہر جھگڑا نہ پیا نہیں  
 جان و دل کہ میں ہم نہ و نصیحت اوس کو ہوش میں ہو کبھی آئے ترا و بولہ نہیں  
 سر جھکا بیتیم ہیں بہ کہیں میں ہم تو رہا  
 کوئی مسد ہو کلیسا ہو کہ بتی نہ کہیں

دیگر

دل سے زائد کوئی عشرت نہیں نہ چہرے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں  
 مجھ سے رو نہ کہ لے لے الفت نہیں نہ دشمنوں کے لیے نفرت نہیں  
 خون ہو نیک صائب آخ کوئی نہ خیر کی حسرت مری حسرت نہیں  
 یہ ترے دیکھ جاؤں کیونکر صفت : ایک قوم چھٹکی ہی طاقت نہیں  
 مان کا تو پان بھی اچھا گھر و زندگی ملے ہے جب عزت نہیں

عشرتیں سب ہیں مہرِ نیا کھٹے نہ کیا جہاں بخت میں راحت ہیں  
 غیر سے لہو نہ پٹ لہا دوں کیا کدوں : قہقہے کھینک مجھے عبادت ہیں  
 میرا لاشہ دیکھ کر وہ نہس پڑا پچھتاوے عجزت ہے رو بہین عجزت ہیں  
 سیکھو ان رمان لکھے غیر کے نہ میں تو علی ایک بھی حسرت نہیں  
 نامہ دیکھ نامہ ہر نے یوں کہا : دیکھ گیا کیا مجھے خلعت ہیں  
 ایک بوسے کے عروس دل لپیٹنے پہلے تو یا کہ بھیم قیمت ہیں  
 اوٹھ رہی ہیں ہر طرف سے انگلیاں : غم کی عزت کوئی عزت ہیں  
 کیوں مٹے جاتے ہیں بڑی دین پھر : جب بتوں کے عشق میں رہتے ہیں  
 میں نے چپکے سے کہا پھر : مان میں نہ نہس کے وہ بونے ہیں حضرت ہیں

کیا کریں بے بیست عبادت وہ نہی

غیر سے دم بھر رو بہین فرصت ہیں



## عزل و جد

ہم نے لاکھ ساغے بول تو خیر رکھ دیا : مگر کچھ لکھنا دل رکھ دیا سر رکھ دیا  
 قطرہ خون گھر کھائی تو اس عشق کی : ساغے یہ سماں بے یقا جو کچھ یہ سیر رکھ دیا  
 رنگ میں مجھ کے دم کو بھی ہوتے تھے جدا : قبر میں تنہا مجھے یادوں نے یوں رکھ دیا  
 دیکھئے اب غم کی کھاتی ہے کس کی گناہ : روزِ بدیا دیوار میں غام نے بھر رکھ دیا  
 زلفِ خالی ہاتھ خالی کھمک : موقوفین ہو جا : تم نے دل لیکر کہاں آئندہ پرور رکھ دیا  
 منصفی ہو تو غضب : نامنصفی ہو تو ستم : پیرا اس نے فیصد موقوف مجھ پر رکھ دیا  
 داغ کی شامت جوڑی راضی اب شوق میں : حالِ دل کجی نے سب بولنے مند پر رکھ دیا  
 دیگر

شاہ جب زلفِ معجز سے رو چھو کر نکلا : ہم یہ سمجھے کہ ہمارا دل منظر نکلا  
 زلفِ برجم عرفی آلودہ ہمیں دین بیک باس : آغوش سے تو جان چھوڑ کر نکلا  
 ہم اویں کا تو سب دل میں بہاں کھائی : ہائے کجی تیرے منہ سے یہ یوں نکلا  
 عشق نے خوب لیا ظاہر و باطن یکساں : داغ جو سینہ پہ دیا وہی دل میں نکلا  
 ہم تو بے نام و نشان بکی الفت میں محو : آپ کا نام لکھنا تھا ستمگر نکلا  
 آفریں داغ تجھے خوب سبائی تو نے  
 مہربان کو طے دلہا کے سر رکھ دیا

# غزل داغ

۹۰

مجت میں کہے یہ کچھ کسی گویا  
 کہہ دیا اہی تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا  
 کیا ہے وعدہ فریاد و ہنسنے دیکھتے کیا ہو یہاں  
 میری تھیں آج تک جو نہیں سکتا  
 نہ مانچے لڑائی کا نہ چھوٹا نہ بڑا  
 ہر لڑائی میں لوٹی (ماں) جی سے ہو نہیں سکتا  
 بڑا ہوں اس قدر مجھ پر غصہ کیا کہ  
 اب تو عذر ہی سہی سے ہو نہیں سکتا  
 خدا جب دوست ہے آؤں گے کہ دشمن  
 اندیشہ ہمارا کچھ نہ ہو نہیں سکتا  
 شیخ ابوالاسم ہادی و ہادی

نالوں پستی میں ہلا کر ہمارا ہو گیا  
 نہ جھٹلے پانی لوں گی تہ میں مارا ہو گیا  
 میرے نالوں کے جو پار پٹکے مارا ہو گیا  
 نہ کوہ کے چوٹی کا ہوا مارا ہو گیا  
 دھندلیوں جی میں رات اکاں مہیا رکھے  
 نہ میں نے مہا مہا قبا ہی پارا ہو گیا  
 رشک سے اس زلف کی ایک شک  
 کھکھیر سے خوں بہا بلکہ جگر سے خون  
 عین بھی سارا ہو گیا  
 آئینہ بھی تھوڑا جیسا ہجر  
 میں گھانا گوارا پر امید دل میں برسوں  
 گوارا ہو گیا  
 ولید زونکی ترقی سے ہو گئی اک اور بار  
 آگے تھا صبر گر یہ اب گل ہزار ہو گیا  
 فوج اس برج میں کشتے عجز و اس  
 جگہ یہ جا لگی وہی کنار ہو گیا

## غزل طاع

مریں وارے میں تھوڑے تھوڑے غلیم سر پہ کہ  
 ستم کیجے تو تھم تھم کر جھٹا لیجے تو رورہ کر  
 ملے تھے جج دھڑ میں بہت روتے بہت تر پے  
 وہ وہ وکشتی سن سنکر ہم رہا دور و کلمہ کہ  
 سڑکی ہے شمع کفل تو شریک گریٹ عاشق  
 کھنچے اے قلقل و مینا کا تھا اس قہر متہ کہ  
 چپا بازئی ہے خیرہ تو شوخی نے کیا طالع  
 بزاروں باز رکھو و مسل کی تب چاہے کہہ کہہ  
 یہ جاننا تھا کہ آئیے تو کیوں و نے دیا دن کو  
 یہی اے واقعہ چھپتا وائے اتنا چہرہ رکھ

[illegible]

بیرا دوست نہایت رازدار و مخلص کی طلب کی گئی  
یہاں سے بہتر جگہ میں دیر نہ ہو سکتی۔ دلدار جون و گولیاں

تھوڑا سا میں اول تو جانا ہے منہ : اور گئے کو حلقہ دکھا کر دنا ہے منہ  
 حلقہ دگر دیا بھی تو بے کن ہے : اب بتائیں کیا کہ نام رہنا بتانا ہے منہ  
 نام بتا دیا جو میں نے سن کے وہ چپے رہے : بھر کب کی سطح سے لے لیا ہے منہ  
 غل بجا کر لیا بھی تو چھٹھ کر سنا : جاؤ لیوں آئے تمہیں گھر میں بدنا ہے منہ  
 اور بدنا بھی تو سہرا جائیں وہاں تم سمجھ : وہ جہاں ہے تم کو وہاں ملنا رہنا ہے منہ  
 بار بار کہہ کر کہہ کر تم نے ہی وہاں : آنکہ اوٹھا کر لیو کہہ دیکھیں آنکہ اوٹھا ہے  
 آنکہ اوٹھا کر بھی آنکہ دیکھا تو وہ برہمیں آئے : سنا ہے یہ برہم کو رافن کو رہنا ہے منہ  
 سنا ہے بھی وہ کسی صورت سے نہ آئے تھے : لو اب نہ نہ تو کیا وہاں مسکرنا ہے منہ  
 مسکرانے بھی تو کچھ چپے ہی چپے : وہیں کیا کہہ دنا اور سب بدنا ہے منہ  
 لبہ نہ لے ہی کوئی کج بات نہ : ہر ہاں ہر مطلب یہ شہر عاشقانہ ہے منہ  
 عاشقانہ شہر ہی کوئی بڑھا تو بھگے : جہاں کہہ دنا ہے منہ : سنا ہے منہ  
 وہ بھر کر کچھ گرا لیا وہاں بھی تو بھگے : وہ خود کی بات کہہ اوس بہشتا ہے منہ  
 بات گردن کی جتنی بھی تو بھگے : یہ  
 سنا ہے ایسی جگہ جہاں بھی لگا رہا ہے



از بہار و شاہ طوطا

مرد و عین ہوں نہ دہ و عین نہ میجو اور عین ہوں نہ اور تو بھنڈی خدا کا میں گنہگار و عین ہوں  
بیدی ملت چھ محبت میرا مذہب عشق سہلے باخورد ہوں کا فرد عین خود و دینار و عین ہوں  
صنیم و عالم یہ بانند گیس پیش تنیم نہ ماسیہ رو یو عین ہوں یا پس سیکہ کا رو عین ہوں  
نہ جہ و عین آری سے اور نہ میں پاؤں پروں نہ کر جز کے نے جو عین ہوں نے یں خار و عین ہوں  
صورت تصویر کش میکدہ میں دھڑ کے نہ کچھ نہ مد شو عین ہوں میں اور نہ شیار و عین  
نہ مونس بے کوئی اور کوئی عین نہ مگر مگر عین ہوں عین عین ہوں  
جو مجھے تینا بے جہ و بھرتیا چھ مجھے نہ میں شب سبب حسن کا کارہ نہ دینار و عین ہوں  
خانہ صیاد میں ہوں طاقت تصویر دار نہ بہ نہ و عین ہوں اور نہ گرفتار و عین ہوں  
اور فخر میں کیا تباؤں بھٹکے سے جو کچھ ہوں سو ہوں  
کیں اپنے منہ دیں کے کفش جہ و عین ہوں

وہ کون ہے کہ جس کو ترے جہ و دینار نہ لاکھینہ تھی کو ترے روبرو دریں

۹۳ ابن الہدیٰ علی حسینی  
 مکتبہ انیس رخ پر لکھنے کی روانی ہے : بحجرت کا نسخہ ہے لکھا گیا ایک وسیلہ ہے  
 یہ لکھ دیکھ ہے اس شیخ کیسے بگمائی ہے : صراحی میں ترے سکر کی قسم تپنے کا پانی ہے  
 دہلی کے دم سے لاکھوں کو میسر ہو گیا مونا : ہمارے پیغمبر کی تیغ پر سونے کا پانی ہے  
 جو دو باجہ الفت میں : اکلہ اور نہ لکھنا :

I never saw a  
 man who had the  
 power to make a  
 thing as good as  
 it was before  
 it was broken  
 and I never saw  
 a man who had the  
 power to make a  
 thing as good as  
 it was before  
 it was broken



## دورِ ستارہ ظفر

یار تھا گلزار تھا تھی صبا تھی میں تھا نہ تھی باکول جان لیا حنا تھی میں تھا  
 نفل دل میں بیٹھتی تھی میں تھا نہ لڑا جبکہ شمع میں تھی باد صبا تھی میں تھا  
 ہاتھ لیوں باندھے تھیں اندر دیکھ لیا یہ سر اپا شمع تھی دزدنا تھی میں تھا  
 لیٹی دیکھو نگار افسانے سے حیرت کن تھی لکھا لکھا ہوں اس لمحہ میں باد صبا تھی میں تھا  
 ہائے ساقی یہ ہوساں اوکا بستی وہاں ہوں یار تھا بزم تھا بدلی تھی میں تھی میں تھا  
 کوئی جاسکتا ہے نہ صحت سر آری تک نہ پردہ در میں نے اوٹا وہ ہوا تھی میں تھا  
 بچو دی میں لیلیا بوسہ خطا کیجئے خوف نہ تھی دل تباہی کی تھا خطا تھی میں تھا  
 میں سکتا رہ گیا اور مر گیا فریاد قیس نہ کیا اوہیں گونگے حصے تھی تھا تھی میں تھا  
 میں نے پوچھا کیا گواہ کو کیا دین و شباب نہ نہیں ہے بور و غم شانِ خدا تھی میں تھا  
 نہ تو ازل نے بھیائی بانی میری کجی میں نہ کوئی کونہ و موند تھی کجی میں تھا  
 اے نکلے دل پر مر یہ داغ لیا رہ گیا  
 فانیات با عینِ ذلت تھی میں نہ تھا  
 دیکھتے ہی دیکھتے کوشاں اڑے اڑے کلیم : دیکھتے دیکھتے تو لیں دیکھتے  
 جان دی ۔ دی تھی اسی کی تھی ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوگا

تو بن سے تارام صاں کب صاں گوانی ہن ہن پٹے ہم ہن یاکوٹے جیاتی ہن  
 ہمیری کرتا ہے مل غاضب سے اوکے آسمان دو دوتا چھ مار کر تو کو کو جیاتی ہن  
 شمع ہی بدھ تو تیرا کہ جاتی ہے تو نہ ہر زب ہر شکوہ سوجا کر دتی ہن  
 مع جو نغان ہن کو تیرا کہ باغیاں نہ باغیس ہن کی آج آواز ہن آتی ہن  
 یاد تو ہم بتی بتاتے ہن ہزاروں یاکوٹے جاکوٹے کوئی ہی ہے بت ہی آتی ہن

دیکھ

جب کی جفا کی سب آتشیں نئی کی سب بھی کی آویں نے ہم سے ہن نئی کی  
 جلا دی رہا جس میں ہر عیت نہ موزا کوں نے تیرا جھیر تیرا کیس نئی کی  
 کی کس سے باقیابی مستی میں یوں جو تو نے پوچھا ہے حرکت کھوے آواز ہن نئی کی  
 وہ ہر ویش جو آیا کو میر ہن ہلنے نہ پوچھے آج گردش جہج ہر ہن نئی کی  
 آکے سن کیا کہ تجھ میں ہن تو بیاں ہزاروں نہ تیرا تیری جینے کا ہم میں نئی کی  
 باندھے نئے مفا میں چپکے کھڑے سب اوکے میں

تجویر جس غزل نے ہم نے زین فحش کی  
 کر کے پھر بھی آغوش رہا نے میں نہ بیٹھا بوجھے کچھ کیا دیر ہے جانے میں

معاورستہ کفر

حضرت حل جید قابوئی شہزادی میں پڑے : یہ ہم بھی سولہ اکیس باتیں خرابی میں پہرے  
کی مگر محنت تہذیب کی سبب ہمیں : رات بھر سو یا گئے تم عاتبا میں پڑے  
لکھنؤ نامی میں بھی آئیگی نام : اکیس تو رہے دو دو جاہل تو گھل میں پہرے  
گہر نہ کھائے یا رساقہ : اب ہنر سنا کیا لطف : یہ ہے مزاج باقیہ دو نو مار کا میں پہرے  
کے تو نام میں : اب یہ دھب : الفک : اس کا خم سے تری یوں تاک : عربی میں پہرے  
اخ : کون جانے وہ کیفیت : کھانہ منڈی : نہ آنکہ اس کی سیس کی جیسہ : یہ جہاں میں پڑے

جنوں کے لیے اس بات کا اندازہ ایسا ہی ہے کہ کچھ گھنٹوں میں جہانم کا جو کونسا حصہ  
 ایک دوسرا حصہ لیا سوتا ہے۔ مگر تو ختم ہونے سے پہلے سب کو نوبہ انوی کے  
 پوچھا کہ جو مال آگیا غنہ اور اپنی ذرہ رو کچھ تو والی سوچ رہی ہے کہ انوی کے  
 بے لذتہ تو آئیں یعنی ہم نہ اسے اتنی رہے کہ اپنی تو کھنڈی دو چار روپیہ کی گئی

سات اوسے تلخ کلی کوٹی لی تو اس طرح  
 ہم کو بد آنے میں تلخ رو رہ گئے

لکھنؤ میں خوشی دہی فغانی طرح زانگاہیں کھیتی ہیں سب رازوں زبانی طرح  
 تیرا احوال قید سب اور قید میں آکر تو کو نہ اچھا و نہ برا کہتی نہ وہی انیانی طرح  
 کبھی تو صبح بکھی ہو جائی زبرد و مستی میں : الی الخ بلی جو راز فغانی طرح  
 جہاں دے داغ محبت نے دیکھو نہاں کیا نہ بہار آئی نہ شبنم آئی : خزانہ طرح  
 تیرا نہ نور کیا جذب دل نے لپیچ لیا نہ چلے وہ قید کی مہر نہ کھینچ لیا : نئی طرح  
 تیرا نہ یار میں قبولی نہ نذر میں کوئی دیکھا نہ ہو میں کہ نہ جہاں آئی : طرح  
 میر دل نے آج کھڑے ہوئے سو قہر میں کینہ شکایت و زاری و غم و غم و غم : طرح  
 قیامت تیری تب وصل میرا کہہ کر رقیب نہ ہوئے آوار دی ادا کی طرح  
 مجھے یہ دکم ہے نہ ہمارا تم نہ کرنا عشق نہ نصیحتیں ہیں سبھی وہ کرتے ہیں افتخار کی طرح  
 ہم اپنے ضعف کے صدمہ تو بٹھا دیا ایسا : بلی نہ ورے ترسناک استغاثہ کی طرح  
 کچھ دن سے کہتا کو بچنے کے داع خلوت میں  
 رقیب آہی کیا گزرتا کہاں کی طرح

## غزل

منہم تیری بلا پہنچاں سے بیرہن کا ہے بنگلہ زم زاف کے ماروں کو زیبا پس کنن کا ہے  
 فدا کی زلف کے سوداؤں کو لبہ مرصع بھی پڑے جائیگے تجھے ترپو سی اور لعل کا ہے  
 مرا کھوئی و فتنی جو دباں ستمی پہنچے نہ بر لیشاں حال پھر تیرے یا باکین ہرن کا ہے  
 ہنسی کے سپو گور میں اوک تیرہ جہنم کو نہ جو لوئی بخیر کو سہ اونکی زلف سر شمس کا ہے  
 الٹی و دہنی دن ہو گا جو وہ کو بکھ کو فرماؤں

جس کا ہے۔ دہن کا ہے۔ زباں کا ہے۔ ذوق کا ہے

## غزل غالب

دل پہ تو ہے نہ سنگ و فیت درو سے بھر نہ ڈکھو کہوں نہ روئیں ہم سر باروئی میں ستائے کیوں  
 دیا ہر دم نہیں در میں آستان نہیں نہ بیٹھے ہیں رگدیں ہم کوئی ہیں روٹھے کیوں  
 جب وہ جل دلفوز صورت ہمیں روز بہ آں ہی ہو نظارہ سود پر دلیں نہ چھائے کیوں  
 قید حیات و بیدار اہل میں دونو ایک ہیں نہ جوت سے پہلے آدمی غم سے بجات پائے کیوں

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئے زار زار کیوں لکھے ہائے کیوں

قلقل و مینا کی کیا افسانہ بنایا ہے یہ دل بے شکل و گوش بھر بیانیہ مینا کیا ہے  
 یہ جی چشم مدت کے گونے میں دیکھ تو مر نام نہ جج اور مریا یہ ای صاحبانہ مینا کیا ہے  
 محبت تو کر لیا کیا ہر ترانہ خوب نہ بہتوں نے نہ صورت و میرا مینا کیا ہے  
 مست ہو دیتے ہیں دلی ہر وہ بھی بیا بجا کیا طر لہو اور بیلکھانہ مینا کیا ہے  
 مے پیس کے روز اور کلام نیک ہم اقل مرگ نہ جنت تک قسمت میں آج وہاں مینا کیا ہے  
 خوب شہرت سے گذرتی ہے ہماری دھڑلہ  
 ہنسنے رکھنا، م عمر نہرت خانہ مینا کیا ہے

### مگر

ہیں بند ہونے والے عورتوں سے ترے محبت کی وقت نہ ہے ہاں فرصت ہے حرم میں نصرت  
 اور بے گفندی طوطا سا تیا دے بھرے جام نہ کہے بننے کا مزاج ایسی کیفیت کی وقت  
 نام ہے نہ نام کا وارنہ اک لے بھی سوا نہ منت ہو جاتا ہے انسان نے دولت کے وقت  
 حلیہ سے بے شک اپنی جانی سے اپنی رخصت ہے جہاں سے یار کی رخصت کی وقت  
 یہاں سے دور یا بار بار کس نام کا نہ جب نہ آئی گا کی سوز و غم فرقت کی وقت

## بیٹائی شہزادی

بچہ یہ فیض عام ستیا  
ہے مدام ستیا  
قبول کر قبول کر  
مراسم ستیا  
میں آج بکھلی رات سے  
ہوں تشنہ کام ستیا  
یہی ایک جام ستیا

خارچے بڑھا ہوا  
خارچے بڑھا ہوا  
سہ آتش بد بچے  
میں منج کیا تباہی  
دکھا بچے جیکھا بچے  
وہ کیا بچے منج منج  
شراب چلا کہ آگ چلا  
کچھ اور چیز تو نہیں  
بہت حسین ہے یہ صے  
واہ جی کیا جواب ہے  
کہ صے ہنس گدہ ہے  
میں سن رہا ہوں آج کیا  
وہ بچے یا جواب چلا

سب سے کچھ نکال لے  
میں تو اور ٹوٹا لے  
مذہب اوس میں ڈال لے  
اودھو کے کچھ کتاب لے  
شراب لے شراب لے

نکلی  
لشہ آج کم مرا  
اولٹ رہا ہے دم مرا  
شراب دیکھ نام کر  
کتاب میں رقم مرا  
بٹھارے ہاتھ مقام کر  
بھیس جہ قدم مرا  
نفل جہ جھومر مرا

نکلی  
آگ چلے وقار ہوں  
مگر نرا جہ دار ہوں  
ستم ظرافیاں نہ کر  
میرے اودھار کے زور

۵۰

دیکھو یہ درامہ میرے سر  
 اوروں تو جا بڑی ہاں  
 نواز نہ وقت راہ گمان  
 بقایا کا صاب بھی  
 میں دیکھ لوں برداران  
 غیب  
 ذرا نہیں بی سہ سکون  
 لکھ فیاض کا سمول  
 دارموزے ہیں آسکوں  
 لہذا اذان صاب نہ  
 صاب نہ شرب نہ

غیب

دھند کی کوکین فر  
 ترا بکنا صاب گم کیا  
 بچل کی سے یہ غفل  
 گئے لسی سے نام کیا  
 غافل و دشمن کو کیا

غیب

مضنوں چرخہ اپنی  
 ہیں تیری گم اپنی  
 کچھ یہ بہت لیونگی  
 شرب کھینچیں دہی  
 عارضی بجز طرے  
 ہن بکرائی توڑوے  
 کوئی نہ ہے غمزدی  
 بہا اب کھانا چھوڑوے

غیب

پتا کچھ بنا کر کچھ  
 کہیں ہیں نہ بوقلمی  
 مہر نسی مورا دھوا دھو  
 جہاں سے ہیں صاب  
 فکد سے نہ نہیں صاب  
 شتاب لہ شتاب نہ  
 لہی سے نہ کہیں صاب  
 شرب نہ شرب نہ



ایہ خسرو

کافر عشقِ مسلمانی مراد کمارِ نیت نہ برگ من تار گشتہ حاجت زنا ریت  
 ما سیران را تماشا می بین در کمارِ نیت بد و گمانی سینه ماکتو ز گندور نیت  
 عاشقان را در محض باقیات کمارِ نیت کمارِ عاشق جز تماشا می بین در کمارِ نیت  
 در سیرِ یمن من برخیز ای ناواں پایبند دردِ مندر عشق را دارم بجز ویدار نیت  
 شدویش ای دل نہ فرو باز باز عشق نہ مزوہ قتل است گرد و وعدہ ویدار نیت  
 ناخدا کی گشتی ما گر نباشد کو مصل نہ ما خدا داریم ما را ناخدا در کمارِ نیت  
 خلق سگدیده خسرو بت برستی بیدند  
 آرزو آرزو میکنم با خلق و عالم کمارِ نیت

بمادرشاه طو

چو فخر موج گل نے غنایب زار بر کھینچا نہ تو قمری و بھی ۱۱ سرو قن نے دار بر کھینچا  
 کھو اہوں محویت یوں لگا دیو اے تیرے نہ کسی زلفش ہو جیسے کوئی دیوار بر کھینچا  
 وں ما کو تو اقرار ہے ہو یا منکر نہ تری الفت سے عینہ عالم کی العار بر کھینچا  
 بلند و بگدا حجاب کو دیکھ بٹا یہ دل سوزاں نہ جولاہا نے اور اک آہ آتشبار بر کھینچا  
 حل زنی سے اپنے ناوک دل دوز کو روکا کہ اگر جہ کھینچتا تھا ای خود شہر بر کھینچا



